

اہل تصوف کی کارستانیاں

تالیف : الشیخ عبدالرحمن عبدالخالق

ترجمہ : مولانا صفی الرحمن صاحب لاہوری



۲۷۰
ع ب د ۱

تنظیم الدعوة الی اقران والسنة
گوالیہ پبلشرز



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِیْقِ الْإِسْلَامِیِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

اہل تصوف کی

کارستانیاں

تالیف

عبدالرحمن عبدالخالق

ترجمہ

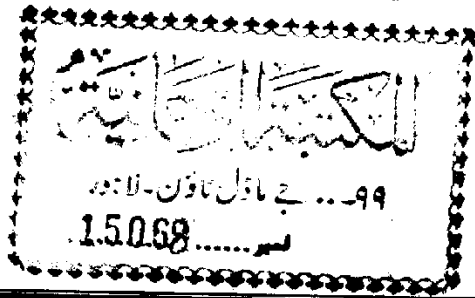
صفی الرحمن المبارکپوری

270

ع ب د 1-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قیمت - 36



فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مقدمہ	5
2	صوفیانہ افکار کی خطرناکیاں	7
3	مسلمانوں کو قرآن وحدیث سے پھیرنا	7
4	قرآن وحدیث کے لیے باطنی تاویل کا دروازہ کھولنا	12
5	مصطفیٰ محمود اور اس کی کتاب ”قرآن کی عصری تفسیر کی کاوش“	17
6	اسلامی عقیدے کی بربادی	23
7	فسق وفجور اور اباحت کی دعوت	28
8	ابن عقیل کی زبانی صوفیوں کی سیاہ کاریاں	31
9	صوفیاء اور گانجے کی حلت	34
10	عبدالوہاب شعرانی اور اس کی کتاب ”طبقات“ شادی کی دعوت جس میں زندہ اور مردے حاضر ہوئے	37
11	دوسرا باب (اہل تصوف سے کس طرح بحث کی جائے؟)	43
12	تصوف گندگیوں کا سمندر ہے	45
13	اول: اسلام اور تصوف کے درمیان بنیادی فرق	45
14	دوم: صوفی عقیدے کے تفصیلی خطوط	47

47	۱۔ اللہ کے بارے میں	
47	۲۔ رسول کے بارے میں	
47	۳۔ اولیاء کے بارے میں	
48	۴۔ جنت اور جہنم کے بارے میں	
49	۵۔ ابلیس اور فرعون	
50	صوفی شریعت	16
51	۶۔ عبادات	
51	۷۔ حلال و حرام	
51	۸۔ حکومت و سلطنت اور سیاست	
51	۹۔ تربیت	
52	سوم: صوفی سے بحث کا نقطہ آغاز	17
53	صوفی اپنا دین کہاں سے لیتے ہیں؟	18

مقدمہ

الحمد لله الذى بعث محمدًا صلى الله عليه وسلم بالحق بين
يدى الساعة مفرقا بين الهدى والضلال ، و بين التوحيد والشرك ، و بين
الجاهلية والإسلام ، والصلاة والسلام على النبى الهادى الذى أتم رسالة
ربه غاية الإتمام ، وترك أمته على المحجة الواضحة البينة التى لا يزىغ
عنها إلا من صرف الله قلبه عن الإيمان والإسلام.

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے محمد ﷺ کو قیامت سے پہلے ہدایت و
گمراہی، توحید و شرک اور جاہلیت و اسلام کے درمیان تفریق کنندہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور
درو و سلام ہو نبی ہادی ﷺ پر جنہوں نے اپنے پروردگار کی رسالت کو نہایت درجہ مکمل کر دیا،
اور اپنی امت کو ایسی واضح اور روشن شاہراہ پر چھوڑا جس سے صرف وہی شخص بھٹک سکتا ہے
جس کا دل اللہ نے ایمان و اسلام سے پھیر دیا ہو۔ اما بعد

میں نے لمبے غور و فکر کے بعد محسوس کیا ہے کہ صوفیانہ افکار امت اسلام کے لئے
تمام خطروں سے زیادہ بڑا خطرہ ہیں۔ انہیں افکار نے اس امت کی عزت کو ذلت اور رسوائی
سے تبدیل کیا ہے۔ اور اب بھی یہ افکار یہی کام انجام دے رہے ہیں۔ یہ افکار درحقیقت
ایک ایسا کیڑا ہیں جو ہمارے لمبے اور پائدار درخت کے گودے کو چھیدتا اور ڈھاتا جا رہا
ہے، یہاں تک کہ اسے رفتار زمانہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ امت کسی بھی خطرے سے
پہلے جب تک اس کیڑے سے چھکارا حاصل نہیں کر لیتی ہے اپنی مشکلات سے نجات نہیں پا
سکتی۔ میں نے اس سلسلے میں بحمد اللہ ”الفکر الصوفی“ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی
ہے۔ لیکن چونکہ یہ کتاب خاصی ضخیم ہے، اور مشاغل میں مصروف بعض قارئین کے لئے اس

کے تمام گوشوں کا احاطہ کرنا مشکل ہے اس لئے میں نے یہ مختصر سارسالہ تالیف کر دیا تاکہ صوفیانہ افکار کے پردہ میں عالم اسلام کے لئے جو زبردست خطرات پوشیدہ ہیں ان کی تشریح کر دی جائے۔ ممکن ہے اس رسالہ سے امت اسلامیہ کے قائدین اور رہنماؤں کو اس پوشیدہ اور تباہ کن آفت پر تنبیہ حاصل ہو اور وہ امت اسلامیہ کے جسم سے اس کے استیصال پر کمر بستہ ہو جائیں۔ پھر ان خطرات کو بیان کر لینے کے بعد میں نے اہل تصوف کے ساتھ بحث و گفتگو کا ایک مختصر سانمونہ بھی پیش کیا ہے تاکہ طالب علموں کو ان کے ساتھ بحث و گفتگو کی تربیت حاصل ہو جائے، اور وہ یہ سیکھ لیں کہ اہل تصوف پر کس طرح حجت قائم کی جاسکتی ہے یا انہیں کس طرح صراط مستقیم کی طرف لایا جاسکتا ہے۔

اللہ سے میری دعا ہے کہ وہ اس رسالہ سے امت اسلام اور طالبین علوم شریعت کو نفع پہنچائے۔ اور میں ابتدا میں بھی اور خاتمہ پر بھی اللہ کی حمد کرتا ہوں اور اس کے بندے اور پیغمبر ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

کتبہ

عبدالرحمن عبدالحق

کویت۔ شنبہ ۱۲ رزی القعدہ ۱۴۰۴ھ

۱۱ اگست ۱۹۸۳ء

صوفیانہ افکار کی، خطرناکیاں

صوفیانہ افکار کے اہم ترین خطرات یہ ہیں:

۱۔ مسلمانوں کو قرآن وحدیث سے پھیرنا

اہل تصوف نے پہلے بھی اور موجودہ دور میں بھی مختلف ذرائع اور نہایت پیچیدہ طریقوں سے لوگوں کو قرآن وحدیث سے پھیرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض طریقے حسب ذیل ہیں:

(الف) یہ خیال کہ قرآن میں تدبر کرنے سے اللہ کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے ان حضرات نے اپنے خیال میں فنا فی اللہ کو صوفی کا آخری مقصد قرار دیا ہے۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن میں تدبر انسان کو اس مقصد سے پھیر دیتا ہے۔ اور یہ بھول جاتے ہیں کہ قرآن کا تدبر درحقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر ہے۔ کیوں کہ قرآن یا تو اللہ کے اسماء وصفات کے ذریعہ اس کی مدح ہے۔ یا اللہ نے اپنے اولیاء اور اپنے دشمنوں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کا بیان ہے۔ اور یہ سب اللہ کی مدح یا اس کی صفات کا علم، یا اس کے حکم اور شریعت میں تدبر ہے۔ اور اس تدبر سے اس کی حکمت معلوم ہوتی اور اپنی مخلوق کے ساتھ اس سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت کا پتہ لگتا ہے لیکن چونکہ اہل تصوف میں سے ہر شخص خود راہ بننا چاہتا ہے اور اپنے زعم میں صفات الہی کے ساتھ متصف ہوتا ہے اس لئے اسے گوارہ نہیں کہ لوگ قرآن میں تدبر کر کے اللہ کی صفات کی معرفت حاصل کریں۔ چنانچہ علامہ شعرانی اپنی کتاب الکبریٰ الاحرار میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی بعض غیبی نداؤں میں کہتا ہے:

”اے میرے بندو! رات میرے لئے ہے قرآن کے لئے نہیں کہ اس کی تلاوت کی جائے۔ تمہارے لئے دن میں عبادت کا لمبا کام ہے، لہذا رات گھل کی گھل میرے لئے بناؤ۔ اور جب تم رات میں قرآن تلاوت کرو تو میں تم سے یہ نہیں طلب کرتا کہ تم اس کے معانی کے ساتھ ٹھہرو۔ کیوں کہ اس کے معنی تم کو مشاہدہ سے پراگندہ کر دیں گے۔ ایک آیت تم کو میری جنت، اور اس میں میرے اولیاء کے لئے تیار کی ہوئی نعمت کی طرف لے جائے گی۔ پھر جب تم میری جنت میں حور کے ساتھ نرم و نازک ریشمی گدوں اور توشکوں پر آرام کر رہے ہو گے تو میں کہاں ہوں گا۔ اور ایک دوسری آیت تم کو جہنم کی طرف لے جائے گی، اور تم اس کے طرح طرح کے عذاب کا معائنہ کرو گے۔ تو جب تم اس میں مصروف ہو جاؤ گے تو میں کہاں ہوں گا۔ کوئی اور آیت تم کو آدم یا نوح یا ہود یا صالح یا موسیٰ یا عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کی طرف لے جائے گی۔ اور ایسے ہی اور بھی۔ حالاں کہ میں نے تم کو تدبیر کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ تم اپنے دل کے ساتھ میرے اوپر مجتمع ہو جاؤ۔ باقی رہا احکام مستبط کرنا تو اس کے لئے دوسرا وقت ہے اور یہاں بڑا بلند بلکہ بلند تر مقام ہے۔“

واضح رہے کہ شعرانی کی یہ بات زبردست دہریت ہے۔ آخر اللہ نے وہ بات کہاں کہی ہے جسے شعرانی نے گھڑ لیا ہے۔۔۔ اور بھلا اللہ تعالیٰ ایسی بات کہے گا کیسے جب کہ یہ اس کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ پر نازل کیے گئے قرآن برحق کے خلاف ہے۔ قرآن میں اللہ کا ارشاد یہ ہے۔

۱ الکہریت لا حزم فی حاشیہ البیواقیت والجمہور ص ۲۱

كِتَابُ انْزِلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ
لِيَذَّبُوا آيَاتِهِ
یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ
پر نازل کی تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں
تدبر کریں۔

اور ارشاد ہے:

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ
أَفْئَا لَهُا
وہ لوگ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے،
کیا دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔
اور فرمایا:

فَلَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ
آپ قرآن کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت
کریں جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

پھر نبی ﷺ کا دستور تھا کہ آپ رات میں تہجد کے اندر قرآن مجید کی تلاوت
فرماتے۔ اور جب کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں جنت کا ذکر ہوتا تو اس آیت کے
پاس رک کر اللہ عزوجل سے دعا فرماتے۔ اور جب کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں
عذاب کی وعید اور دھمکی ہوتی تو اس آیت کے پاس رک کر اللہ سبحانہ سے دعا فرماتے اور جہنم
سے پناہ مانگتے۔ یہ بات صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے۔ مگر اہل تصوف کہتے ہیں کہ رات میں قرآن کی تلاوت کرنا اور تہجد پڑھنا ایک ایسا
مشغلہ ہے جس میں پھنس کر آدمی اللہ سے پھر جاتا ہے۔ حالاں کہ رات کا قیام وہ عظیم ترین
فریضہ ہے جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اس لئے مقرر فرمایا تھا تاکہ آپ اس کی بدولت
قیامت کے روز عظیم ترین مقام پر فائز ہو سکیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ اور (اے پیغمبر!) رات میں آپ قرآن
عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا کے ساتھ تہجد پڑھیں جو آپ کے لئے
مَحْمُودًا زائد ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا پروردگار
آپ کو مقام محمود پر بھیجے۔

غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کے لئے مقام محمود کورات میں قرآن کے
ساتھ آپ کے تہجد پڑھنے کا ثمرہ قرار دیا ہے۔ اور یہ پہلا حکم تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا
تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ اے کبل پوش! رات میں قیام کر (تہجد
بِضْفَةٍ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ اُورِدْ پڑھ) مگر تھوڑا، آدھا یا اس سے کچھ کم یا
عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ اس پر کچھ اضافہ کر، اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر
پڑھ۔

یہاں اہم بات یہ ہے کہ یہ جھوٹے (اہل تصوف) لوگوں کو اس بہانے قرآن
مجید سے پھیرتے ہیں کہ یہ ایک مشغلہ ہے جس میں پھنس کر آدمی اللہ کی عبادت سے پھر جاتا
ہے پس غور فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر تلبیس اور فریب کاری کیا ہوگی۔

(ب) اہل تصوف کا یہ خیال کہ ان کے مبتدعانہ اور ادو وظائف قرآن مجید سے افضل ہیں۔
چنانچہ احمد تيجانی وغیرہ کہتے ہیں کہ ”نماز فاتح“ (جزان کی اپنی ایجاد و
اختراع ہے)

روئے زمین پر پڑھے جانے والے تمام اذکار سے چھ ہزار گنا زیادہ افضل ہے۔
اس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ قرآن مجید کو چھوڑ کر مبتدعانہ اور ادو وظائف میں مشغول
ہو جاتے ہیں۔

(ج) اہل تصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس کی تفسیر کرتا ہے اسے عذاب ہوگا۔ کیوں کہ قرآن کے کچھ اسرار و رموز ہیں۔ اور ظاہر و باطن ہیں۔ اور انہیں بڑے بڑے شیوخ کے سوا کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ اور جو شخص اس کی تفسیر یا فہم کی ذرا بھی کوشش کرے گا اسے اللہ عز و جل سزا دے گا۔

(و) اہل تصوف قرآن و حدیث کو شریعت اور علم ظاہر کہتے ہیں۔ جب کہ دوسرے علوم لدنیہ ان کے خیال میں قرآن سے زیادہ مکمل اور بلند تر ہیں۔ چنانچہ ابو یزید بسطامی کہتے ہیں: **خضنا بحراً وقف الأنبياء بساحله** ہم نے ایک ایسے سمندر میں غوطہ لگایا کہ جس کے ساحل ہی پر انبیاء کھڑے ہیں۔ اور ابن سبعین کہتا ہے: **لقد حجرا بن آمنه واسعا إذ قال لا نبى بعدى** یعنی آمنہ کے بیٹے نے یہ کہہ کر کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا۔

ظاہر ہے اس بدوین کی یہ بات حد درجہ قابل نفرت اور باطل ہے۔ اور اس میں نبی ﷺ پر تہمت لگائی ہے۔ پس اللہ کی لعنت ہو اس بات کے کہنے والے پر اور اس کی تصدیق کرنے والے پر اور اس کی پیروی کرنے والے پر۔

خلاصہ یہ کہ بد دین اہل تصوف کے پاس اسلام کے خلاف مکابری اور ہیرا پھیری کے بڑے بڑے طریقے ہیں۔ اور ان میں سے ایک بڑا طریقہ یہ ہے کہ وہ مذکورہ بالا جھوٹ اور گھڑنت کے ذریعہ لوگوں کو قرآن مجید سے پھیرتے ہیں۔

☆☆.....

۲۔ نصوص قرآن وحدیث کے لئے باطنی تاویل کا دروازہ کھولنا صوفیانہ افکار کے عظیم ترین خطرات میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے قرآن وسنت کے نصوص کے لئے باطنی تفسیر کا دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ مشکل ہی سے کوئی ایسی آیت یا حدیث ملے گی جس کی بددین اہل تصوف نے خبیث باطنی تاویلات نہ کی ہوں۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ابوعبدالرحمن سلمی نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں ان (اہل تصوف) کا کلام جو زیادہ تر ناجائز ہذیان ہے تقریباً دو جلدوں میں جمع کیا ہے۔ اور اس کا نام ”حقائق التفسیر“ رکھا ہے۔ سورہ فاتحہ کے سلسلے میں اس نے ان سے نقل کیا ہے کہ اس کا نام فاتحۃ الکتاب اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ اول ترین چیز ہے جس سے ہم نے تمہارے ساتھ اپنے خطاب کا دروازہ کھولا ہے۔ اگر تم نے اس کے ادب کو اختیار کیا تو ٹھیک، ورنہ اس کے مابعد کے لطائف سے تم کو محروم کر دیا جائے گا۔“

مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بری بات ہے۔ کیوں کہ مفسرین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سورہ فاتحہ اول اول نازل نہیں ہوئی تھی۔

اسی طرح سورہ فاتحہ کے خاتمے پر جو آئین کہی جاتی ہے اس کی تفسیر کی ہے کہ: ہم تیرا قصد کرتے ہیں۔“

مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بھی بری تفسیر ہے۔ اس لئے کہ یہ اُم سے نہیں ہے، جس کے معنی قصد کرنے کے آتے ہیں۔ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو آئین کی میم کو تشبیہ ہوتی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول: وَإِنْ يَأْتِوكُمُ اسْتِزَارُ كَلِمَاتٍ مِّنْ لِّكَلَامِہِ كَلَامِہِ کہ ابو

عثمان نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہوں میں غرق ہوں۔ اور واسطی نے کہا کہ جو اپنے افعال کو دیکھنے میں غرق ہوں۔ اور جنید نے کہا کہ جو اسباب دنیا کے اندر قید ہوں۔ اور ”تم ان کا فدیہ دیتے ہو“ کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ انہیں دنیا سے قطع تعلق کی طرف لے جاتے ہو۔

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت بطور انکار کے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے طرز عمل پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب تم انہیں قید کرتے ہو تو فدیہ دیتے ہو اور جب ان سے جنگ کرتے ہو تو قتل کرتے ہو (حالاں کہ یہ بات تم پر حرام کی گئی ہے) مگر ان اہل تصوف نے اس کی تفسیر انکار کے بجائے مدح کے طور پر کی ہے۔

محمد بن علی نے حب التواہین کا معنی بیان کیا ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اپنی توبہ سے توبہ کرتے ہیں (یعنی توبہ توڑ دیتے ہیں۔)

اور نوری نے یقبض ویسط (اللہ روزی تنگ کرتا اور کشادہ کرتا ہے) کی تفسیریوں کی ہے کہ وہ اپنے ذریعہ قبض کرتا ہے اور اپنے لئے پھیلاتا ہے۔ اور من دخلہ کان آمنا کی تفسیر یہ کی ہے کہ حرم میں داخل ہونے والا اپنے نفس کے خیالات اور شیطان کے وسوسوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ یہ نہایت گندی تفسیر ہے کیوں کہ آیت کا لفظ خبر کا لفظ ہے لیکن معنی امر کا ہے اور مفہوم یہ ہے کہ جو حرم میں داخل ہو جائے اسے امن دے دو۔ لیکن ان حضرات نے اس کی تفسیر خبر سے کی ہے۔ پھر جو تفسیر کی ہے وہ صحیح بھی نہیں۔ کیوں کہ کتنے ہی لوگ ہیں جو حرم میں داخل ہوتے ہیں۔ لیکن نفس کے خیالات اور شیطانی وسوسوں سے محفوظ نہیں رہتے۔

إن تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ (یعنی اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو گے تو ہم معمولی گناہوں کو بخش دیں گے۔ لنخ) اس کی تفسیر میں ابو تراب نے کہا

کہ کبائر سے مراد فاسد دعوے ہیں۔

والسجار ذی القربی (قربت دار پڑوسی) کی تفسیر میں سہل نے کہا کہ اس سے مراد دل ہے اور السجار الجنب (پہلو کا ساتھی) نفس ہے۔ اور ابن السبیل (راستہ چلنے والا مسافر) اعضاء جوارح ہیں۔

وہم بہا (یوسف نے اس کا قصد کیا) اس کی تفسیر میں ابو بکر دراق نے کہا کہ دونوں قصد امراۃ العزیز کا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے اس کا قصد نہیں کیا تھا میں کہتا ہوں یہ صریح قرآن کے خلاف ہے۔

ماہذا بشرا (یہ بشر نہیں) کی تفسیر محمد بن علی نے یوں کی ہے کہ یہ اس لائق نہیں ہے کہ اس کو مباشرت کے لئے بلایا جائے۔

زنجانی نے کہا کہ رعد (کڑک) فرشتوں کی بیہوشیاں ہیں اور برق (بجلی) ان کے دلوں کی آہیں ہیں۔ اور بارش ان کا آنسو ہے۔

وللہ المکر جمیعاً کی تفسیر حسین نے یوں کی ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جیسا مکر کرتا ہے اس سے زیادہ واضح مکر کوئی نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ اللہ نے ان کے ساتھ یہ وفا کی ہے کہ ان کے لئے اللہ کی جانب ہر حال میں راستہ ہے۔ یا حادث کے لئے قدیم کے ساتھ اتصال ہے۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کے معنی پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ نرا کفر ہے۔ کیوں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کا مکر گویا ٹھٹھا اور کھلاڑ ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ حسین وہی ہے جو علاج کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہ اسی لائق ہے۔

لعمرك کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تو اپنے راز کو ہمارے مشاہدے کے ذریعہ تعمیر کرتا ہے۔

”میں کہتا ہوں کہ پوری کتاب اسی ڈھنگ کی ہے۔ میں نے سوچا کہ یہاں اس کا کافی حصہ درج کر دوں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اس طرح ایک ایسی بات کے لکھنے میں وقت ضائع ہوگا جو یا تو کفر ہے یا خطا اور ہدیان ہے۔ یہ تفسیر اسی ڈھنگ کی ہے جیسی ہم باطنیہ سے نقل کر چکے ہیں۔ لہذا جو شخص اس کتاب کے مشتملات کو جاننا چاہتا ہو، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ یہی اس کا نمونہ ہے۔ اور جو شخص مزید چاہتا ہو، وہ اس کتاب کا مطالعہ کر لے“۔

اور یہ جو کچھ امام ابن جوزی نے ذکر کیا ہے یہ اس گروہ کے اوائل سے منقول صوفیانہ تاویلات کا محض نمونہ ہے۔ ورنہ اگر ہم اہل تصوف کے ہاتھوں قرآن وحدیث کی لکھی ہوئی خبیث باطنی تاویلات کا تتبع شروع کر دیں تو دسیوں دفتر جمع ہو جائیں گے، جو سب کے سب اسی قسم کے ہدیان، افتراء اور اللہ پر بلا علم گھڑی ہوئی باتوں سے پر ہوں گے۔ اور اد پر سے یہ زعم بھی ہوگا کہ یہی قرآن کے حقیقی معانی ہیں۔

افسوس ہے کہ قرآن وحدیث کے اسی باطنی منہج پر اس گروہ کے پیروکار آج تک کار بند ہیں۔ بلکہ ان صوفیانہ خرافات کی تصدیق میں جتنا ہونے والوں کے لئے یہ خصوصی منہج اور اسلوب بن چکا ہے۔ تم مصطفیٰ محمود کی کتاب ”القرآن محاولة لتفسير عصري“ دیکھو یا وہ کتابیں دیکھو جنہیں نام نہاد جمہوری سودانی پارٹی کے لیڈر محمود محمد طہ سودانی نے تالیف کیا ہے تو تمہیں ان عجیب وغریب نمونوں کا علم ہوگا جو صوفیانہ افکار کے زیر اثر وجود میں آ کر مسلمانوں کے سامنے قرآن وحدیث کی باطنی تاویلات کے لباس میں ظاہر ہوئے ہیں۔

بعض نمونے پیش خدمت ہیں:

☆ المحاولة العصرية لتفسير القرآن (قرآن کریم کی عصری تفسیر کی کوشش) جسے ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے مصری رسالہ صباح الخير کے صفحات پر قلمبند کیا۔ پھر اسے ”القرآن محاولة لفهم عصری للقرآن“ کے نام سے کتابی شکل میں جمع کیا۔ یہ تفسیر قرآن کی نئی صوفیانہ کاوش ہے۔ اور یہ ڈاکٹر موصوف کے فکری استاذ محمود محمد طہ کے الفاظ میں صوفیانہ افکار کے دائرہ میں ایک وسیع کاوش ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر موصوف اس کی تعریف کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

”مجھے اسلامی مفکر محمود طہ کے ”الصلاح“ نامی رسالہ کی ایک نفیس تعبیر بہت ہی پسند

آئی۔ موصوف نے لکھا ہے:

اللہ نے آدم کو کچھ بڑا گارے سے دھیرے دھیرے وجود کی طرف نکالا۔ ولقد خلقنا الإنسان من سلالة من طين ہم نے انسان کو مٹی کے گارے سے پیدا کیا۔ یہ مٹی سے درجہ بدرجہ اور قدم بہ قدم انسان کے پھوٹنے اور وجود میں آنے کی بات ہے۔ یعنی ایلبا سے اسفنج، اس سے نرم حیوانات اور ان سے چھلکے والے حیوانات، اور ان سے ہڈی والے حیوانات، اور ان سے مچھلیاں، مچھلیوں سے زمین پر گھسنے والے جانور، اور ان سے چڑیاں اور چڑیوں سے چھاتی والے جانور بنتے گئے۔ یہاں تک کہ اللہ کے فضل و ہدایت اور رہنمائی سے آدمیت کا اعلیٰ مرتبہ وجود میں آیا۔ (المحاولة ص ۵۳)

ڈاکٹر مصطفیٰ محمود کا یہ اسلامی مفکر درحقیقت سودان کا ایک زرعی انجینئر ہے جس نے تصوف کا مطالعہ کیا۔ اور اس دعوے تک پہنچا کہ اس سے تمام شرعی احکام ساقط ہو گئے ہیں۔ (اور وہ مکلف نہیں رہ گیا ہے) کیوں کہ وہ یقین کے مرحلے تک پہنچ گیا ہے۔ اس کی

ایک کتاب تو وہی نماز سے متعلق ہے جس سے ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے مذکورہ عبارت نقل کی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کچھ اور کتابیں بھی ہیں۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کی ایک کتاب ”تفسیر قرآن کی عصری کاوش“ کے رد میں بھی ہے۔

اور ڈاکٹر موصوف کو محمود محمد طہ کی کتاب الصلاۃ کی جو بات پسند آئی، اور جسے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں، وہ درحقیقت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے معاملے میں ڈارون کے نظریے کو گھسیڑنے کی عجیب و غریب کوشش ہے۔ حالاں کہ اب اس نظریہ پر کسی کو یقین نہیں رہ گیا ہے سوائے ان لوگوں کے جو ہر قسم کے اوٹ پٹائی خیال کو لے کر اس سے اللہ عزوجل کے کلام کی تفسیر کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں یہ بات کشف اور مجاہدہ کے ذریعہ معلوم ہوئی ہے۔ حالاں کہ وہ محض کافروں اور ملحدوں کے افکار و خیالات کی نقل ہوتی ہے جس پر وہ قرآن کریم کی آیات کا لیل لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ تفسیر و تعبیر قرآن کی عصری کاوش صوفیانہ افکار کے دائرہ سے اٹھی ہے تو اس کی دلیل قرآن کے متعلق ڈاکٹر مصطفیٰ محمود کی حسب ذیل عبارتیں ہیں:

(الف) ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے ”اسماء اللہ“ کے عنوان سے پوری ایک فصل قلمبند کی ہے جس میں رب اور مالہ کے معانی کی صحیح اور سالم معرفت وہی قرار دی ہے جسے اہل تصوف نے دریافت کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”اہل تصوف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حد درجہ ظاہر ہونے کے سبب ہم سے پوشیدہ

ہے۔“ ص ۹۹

اس کے بعد موصوف صوفیانہ فکر کی مدح سرائی میں یوں رواں دواں ہیں کہ:

”صوفیاء اللہ کا قرب محبت کی وجہ سے چاہتے ہیں جہنم کے خوف یا جنت کی طلب کی وجہ سے نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کائنات سے اس کے بنانے والے کی طرف مسلسل ہجرت میں

ہیں۔“ ص ۱۰۰۔

پھر لکھتے ہیں کہ: ”اہل تصوف کے مختلف اطوار و حالات ہوتے ہیں۔ اور وہ بڑی دلچسپ رائے کے حامل ہوتے ہیں جو اپنی خاص گہرائی اور معنی رکھتی ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ معصیت کبھی کبھی طاعت سے افضل ہوتی ہے۔ کیوں کہ بعض معصیتیں اللہ کے خوف اور ذل و انکسار کی طرف لے جاتی ہیں۔ جب کہ بعض طاعتیں تکبر اور فریب نفس میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ اور اس طرح فرمانبردار کے مقابل میں نافرمان اللہ تعالیٰ کے کہیں زیادہ قریب اور باادب ہو جاتا ہے“ ص ۱۰۱

پھر لکھتے ہیں کہ: ”صوفی اور جوگی اور راہب سب ایک ہی راہ کے راہی ہیں۔ اور زندگی کے بارے میں سب کی ایک ہی منطق اور ایک ہی اسلوب ہے جس کا نام ہے زہد“ ص ۱۰۱

پھر فرماتے ہیں: ”جوگی اور راہب اور مسلمان صوفی سب ایک ہی اسلوب سے اللہ کا قرب اور اس کی بارگاہ تک رسائی چاہتے ہیں یعنی تسبیحات کے ذریعہ۔ چنانچہ اللہ کو یہ لوگ اس کے ناموں سے پکارتے ہیں۔“ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا“ اور اللہ کے بہترین نام ہیں پس اس کو ان ہی ناموں سے پکارو“۔

”اور تسبیحات (جاپ) کے ذریعہ ایک خاص قسم کا جوگ کیا جاتا ہے جسے منتر جوگ کہتے ہیں۔ یہ ہندی (سنسکرت) زبان کے لفظ منترام سے بنا ہے۔ جس کے معنی تسبیح یا جاپ کے ہیں۔ اور سنسکرت کی ایک خاص تسبیح (جاپ) یہ ہے کہ جوگی خشوع کے ساتھ ہزاروں بار ”ہری رام“ کے الفاظ تلاوت کرتا ہے۔ یہ الفاظ ہمارے لفظ ”رحمن و رحیم“ کے بالمقابل ہیں۔ اور یہ سنسکرت

زبان میں اللہ کا نام ہے۔ اور جوگی اپنی گردن میں ہزار دانے کی ایک لمبی تسبیح لٹکائے رہتا ہے۔

اس کے بعد ڈاکٹر مصطفیٰ محمود تصوف کے طریقے اور اہل تصوف کے فہم اسلام کی تعریف کرتے ہوئے مزید آگے بڑھتے ہیں، اور لکھتے ہیں:

”تصوف درحقیقت بلند مدارک کے ذریعہ اور اک کا نام ہے۔ اور صوفی عارف

ہوتا ہے۔“ ص ۱۰۳

پھر ڈاکٹر صاحب موصوف قرآنی آیات کو صوفیوں کی باطنی تفسیر کے سانچے میں

ڈھالنے کے لئے ان کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”داود علیہ السلام کے بعض واقعات میں ہے کہ انہوں نے کہا: ”اے میرے

پروردگار میں تجھے کہاں پاؤں؟ اس نے کہا اپنے آپ کو چھوڑ، اور آ۔۔۔۔۔ اپنے آپ سے

غائب ہو جا۔ مجھے پا جائے گا۔“

اسی سلسلے میں بعض اہل تصوف نے قرآن میں موسیٰ علیہ السلام سے اللہ کی

گفتگو کی تفسیریوں کی ہے کہ: ”فاخلع نعلیک إِنَّک بالمراد المقدس

طوسی (تم اپنے جوتے اتار دو۔ تم وادی مقدس طوی میں ہو۔) میں نعلین

(دونوں جوتوں) سے مراد نفس اور جسم ہے۔ یا نفس اور لذات جسم میں لہذا اللہ

سے ملاقات ہو نہیں سکتی جب تک کہ انسان اپنے دونوں جوتے یعنی نفس اور

جسم کو موت یا زہد کے ذریعہ اتار نہ دے۔“ ص ۱۰۴

پھر ڈاکٹر صاحب مزید آگے بڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں:

”صوفی سوال نہیں کرتا۔۔۔ وہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ سے شفا نہیں مانگتا۔ بلکہ ادب

سے کہتا ہے: میں اللہ کے ارادہ کے بالمقابل اپنے لئے کوئی ارادہ کیوں کر بنا سکتا ہوں کہ اس

سے ایسی بات کا سوال کروں جسے اس نے نہیں کیا۔“ ص ۱۰۵

پھر اللہ تعالیٰ کے قول: وما خلقت الجن والانس إلا ليعبدون کی تفسیر یہی ہے کہ ”میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں“
پھر اس صوفیانہ فصل کے خاتمے پر لکھتے ہیں:

”یہی لوگ اہل اسرار، اصحاب قرب و شہود اور برحق اولیاء صالحین ہیں۔“ ص ۱۰۹
اب دیکھنا یہ ہے کہ اس صوفیانہ منہج نے جو ڈاکٹر موصوف کا اپنا منتخب کردہ ہے ان پر کیا اثر ڈالا ہے اور اس فکر کا نتیجہ ڈاکٹر موصوف کے یہاں کیا ہے؟

ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے قرآن مجید کی تاویل و تفسیر کا بیڑہ اٹھایا تو لوگوں کے سامنے کیا چیز لے کر نمودار ہوئے؟ اور رب العالمین سبحانہ و تعالیٰ کی کتاب کا وہ کیا عصری فہم ہے جو انہوں نے پیش کیا؟ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے فہم کی رسائی کے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

(الف) ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے حسب ارشاد اس درخت کو پہچاننے کی کوشش کی ہے جس سے کھا کر آدم علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب کا اجتہاد و خود ان کے حسب ارشاد یہ ہے:

”جنسی اختلاط ہی وہ ممنوعہ درخت تھا جس سے زندگی نے زندگی کو کھالیا اور وہ عدم کے گڑھے میں جا گری۔۔۔۔۔“ اور شیطان جانتا تھا کہ نسل کا درخت موت کے آغاز اور دائمی جنت سے نکالے جانے کا اعلان ہے۔ اس لئے اس کے ایک پیغام رساں نے آدم سے یہ جھوٹ کہا کہ بعینہ یہی درخت ہمیشگی کا درخت ہے۔ اور اسے ورغلا یا کہ وہ اپنی بیوی سے جسمانی اختلاط کرے۔“ ص ۶۲۔

”پھر ڈاکٹر صاحب اسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ یہ بھی یقین کرتے ہیں کہ حواء اسی جنسی اختلاط کے دوران حاملہ ہو گئیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”پھر ہم دیکھتے ہیں کہ درخت چکھ لینے کے بعد قرآن مجید ان دونوں کو یوں خطاب کرتا ہے کہ وہ جمع ہیں۔ چنانچہ کہتا ہے: ”اهبطوا بعضکم لبعض عدو“ (تم سب اتر جاؤ۔ تم میں کا بعض بعض کا دشمن ہوگا۔) حالانکہ اس غلطی سے قبل انہی آیات میں خطاب مثنیٰ (دو) کو ہوا کرتا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس درخت سے کھانا نکالنا کسا سبب بنا۔“ ص ۶۲

پھر اس ساری ہڈیان کے بعد موصوف فرماتے ہیں:

”ان مسائل میں ہمارے لئے قطعی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں۔ بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ درخت اب بھی ایک چیتا ہے۔ اور پیدائش کا معاملہ اب بھی ایک غیبی معاملہ ہے جس کے بارے میں ہم اجتہاد سے زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتے۔ اللہ اپنی کتاب کو بہتر جانتا ہے۔ اور صرف وہی ہے جو اس کی تاویل سے آگاہ ہے۔“

میں کہتا ہوں کہ جب معاملہ ایسا ہے تو پھر آپ نے یقین کے ساتھ کوئی بات کیسے کہی، اور ابھی ابھی وہ تفسیر کیسے کر دی جو آپ کو شیریں لگ رہی تھی۔ اور اللہ پر اور اس کی کتاب پر جو کچھ چاہا بغیر علم و ہدایت کے کیسے کہہ دیا۔ اور معانی قرآن کے سلسلے میں وہ سارے دعوے کیسے ہانک دیئے جو آپ کی خواہش اور رائے کے موافق تھے۔

پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ان سب کے باوجود ڈاکٹر مصطفیٰ محمود خود ہی قرآن کی باطنی تفسیر کرنے والے بہائیوں پر زور و شور سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہیں:

”اور یہ بات حروف کے ظاہر اور کلمات و عبارات کے تقاضوں سے ہٹ کر قرآن کی باطنی تفسیر کرنے کی خطرناکی کو واضح کرتی ہے۔ اور بتلاتی ہے کہ اس

قسم کی تفسیریں کسی طرح دین کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے پر منتج ہو سکتی ہیں۔ یہ بعینہ وہی عمل ہے جسے خوارج، اشاعہ شری، باطنی اور بابائی فرقے قرآن مجید کو اپنے اغراض کے سانچے میں ڈھالنے اور ایک دوسرے کا توڑ کرنے کے لئے اختیار کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔“

پھر ڈاکٹر صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں:

”اور یہ بات ہمیں تفسیر کے سلسلے میں ایک خاص موقف تک لے جاتی ہے جس کا التزام ضروری ہے۔ اور وہ ہے عبارت سے حرف بحرف جڑے رہنا، اور الفاظ کے ظاہر معنی سے چپکے رہنا۔ یعنی ہم کسی باطنی تفسیر کی طرف خود قرآنی الفاظ کے الہام و اشارہ کے بغیر منتقل نہ ہوں۔ اور ظاہر او باطناً بہر صورت قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کریں۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ہماری باطنی تفسیر، الفاظ کے ظاہری مفہوم سے نہ تو ٹکراتی ہو اور نہ اس کی نفی کرتی ہو۔“ (المحاولہ ص ۱۲۲، ۱۲۳)

یہ عجیب بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے باطنی تفسیر کی خطرناکی کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے ان سب کے باوجود خود اپنے لیے اس کا دروازہ کھول رکھا ہے، تاکہ اپنی آرزو کے مطابق جو کچھ کہنا چاہیں کہہ سکیں۔ چنانچہ موصوف نے جنت اور جہنم کو حقیقی اور محسوس شے کے بجائے معنوی عذاب اور نعمت قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مجھے شہدنا پسند ہے۔ اور جب سے میں نے سنا ہے کہ جنت میں شہد کی نہریں ہوں گی، میری طبیعت کو انقباض ہو گیا ہے۔ اسی طرح موصوف نے باشندگان چین کو یا جوج ماجوج قرار دیا ہے۔ اور حدیث میں جس دجال کا ذکر ہے اس سے مراد موجودہ سائنس قرار دی ہے۔ کیوں کہ یہ سائنس ایک آنکھ سے صرف دنیا کی طرف دیکھتی ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لیے تیراکی

کے لباس کو اللہ کے خلق میں تفکر کا تقاضا اور ضرورت کا لباس قرار دیا ہے۔ یہ ان کی تاویلات کا شتہ نمونہ از خردوارے ہے۔

باقی رہا ان کا استادمحمد محمود طہ سوادنی، جس کی باتیں موصوف نے نقل کی ہیں تو یہ وہ شخص ہے جسے تاویلات نے اس مقام تک پہنچایا کہ اس نے اپنے اوپر سے شریعت ساقط کر لی۔ چنانچہ وہ نماز نہیں پڑھتا۔ کیوں کہ وہ اللہ کے مرتبہ کو پہنچ گیا ہے۔ اور اسے قرآن میں اشتراکیت مل گئی ہے۔ کیوں کہ اللہ فرماتا ہے: ”وہ سلوک ما ذہن تقون قل العفو“ (لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیں کہ زائد مال) عفو کا مطلب اس شخص کے خیال میں یہ ہے کہ وہ مال جو حاجت ضروریہ سے فالتو ہو۔ اور اس کا مطلب اس شخص کے نزدیک یہ ہے کہ مال اکٹھا کرنا جائز نہیں۔ اور زائد کمائی ساری کی ساری خرچ کر دینی ضروری ہے۔

ان ساری خرافات اور لاف و گزاف کے باوجود اس قسم کے خیالات کو رواج حاصل ہوا۔ میں نے سودان کی نام نہاد جمہوری پارٹی کے بہت سارے افراد سے بحث و گفتگو کی ہے۔ اور قارئین کرام کو تعجب ہو گا کہ اس قسم کے باطنی افکار کو یونیورسٹیوں کے اساتذہ، وکلاء، مدرسین اور طلبہ نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ ان خیالات کی مدافعت عجیب جاں سوزی سے کرتے ہیں۔ پس اس سے بڑھ کر خطرے کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

☆ ☆ ☆

۳۔ اسلامی عقیدہ کی بربادی

صوفیانہ افکار سب سے پہلے جس چیز کو تباہ و برباد کرتے اور بدلتے ہیں، وہ ہے صاف ستھرا اسلامی عقیدہ، عقیدہ کتاب و سنت، کیوں کہ صوفیانہ افکار دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہر قسم کے جدید و قدیم فلسفوں، خرافات اور لاف و گزاف کا پورا پورا مجون مرکب ہیں۔ دنیا

کا کوئی بھی کفر، زندقہ اور الحاد ایسا نہیں جو صوفیانہ افکار میں داخل ہو کر صوفی عقیدے کا ایک جزو نہ بن گیا ہو۔ چنانچہ ایک طرف وحدۃ الوجود کا قول ہے کہ جو کچھ موجود ہے وہ اللہ ہی ہے۔ تو دوسری طرف مخلوق میں اللہ کی ذات یا صفات کے حلول کا قول ہے۔ کہیں معصوم ہونے کا دعویٰ ہے تو کہیں غیب سے تلقی اور حصول کی ترنگ ہے۔ کہیں محمد ﷺ کو سارے عالم کا قہہ اور عرش پر مستوی قرار دیا جا رہا ہے، تو کہیں کہا جاتا ہے کہ اولیاء کرام دنیا کا نظام چلاتے اور کائنات پر حکومت کرتے ہیں۔ غرض کہا جاسکتا ہے کہ روئے زمین پر کوئی بھی شرکیہ عقیدہ ایسا نہیں پایا جاتا جسے صوفیانہ افکار کی طرف منتقل نہ کر لیا گیا ہو، اور اس کو آیات و احادیث کا لباس نہ پہنا دیا گیا ہو۔ بلکہ کوئی بھی صوفی جو یہ جانتا ہو کہ تصوف کیا ہے میں اسے چیخ کرتا ہوں کہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق یہ ثابت کر دے کہ ابلیس کا فر اور جہنمی ہے۔ اور فرعون کا فر اور جہنمی تھا۔ اور بنو اسرائیل کے جن لوگوں نے پھڑے کی پوجا کی تھی انہوں نے غلطی کی تھی۔ اور آج کل جو لوگ گائے کی پوجا کرتے ہیں وہ کافر ہیں۔۔۔ کوئی بھی صوفی جو جانتا ہو کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے میں اسے چیخ کرتا ہوں کہ وہ ان باتوں کو ثابت کر دے۔

کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ باتیں ثابت کیوں نہیں کی جاسکتیں جب کہ یہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں۔ اور ہر مومن ان کی گواہی دیتا ہے۔ اور جو اس میں شک کرے وہ خود ہی کافر ہے۔

جواب یہ ہے کہ اگر صوفی ان باتوں کو ثابت کر دے تو وہ عقیدہ تصوف ہی کو مطعون کر دے گا۔ اور اپنے اکابر اور بزرگوں کو مشکوک ٹھہرا دے گا۔ بلکہ اپنے بڑے بڑے رہنماؤں اور اساطین کو کافر قرار دے دے گا۔ اور نتیجہ کے طور پر وہ خود تصوف کے دائرہ سے باہر ہو جائے گا۔ کیوں کہ صوفیوں کے شیخ اکبر بدین ابن عربی کا دعویٰ ہے کہ

فرعون موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو جانتا تھا۔ اور جن لوگوں نے پھڑے کی پوجا کی تھی انہوں نے اللہ ہی کو پوجا تھا۔ کیوں کہ پھڑا بھی۔ اس کے خبیث عقیدے کی رو سے اللہ تعالیٰ ہی کا ایک روپ تھا۔ (تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً) بلکہ اس شخص کے نزدیک بتوں کے پجاری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پوجا کرتے ہیں۔ کیوں کہ اس شخص کے نزدیک یہ سارے جدا جدا روپ بھی اللہ ہی کے روپ ہیں۔ وہ ہی سورج اور چاند ہے۔ وہی جن وانس ہے۔ وہی فرشتہ اور شیطان ہے۔ بلکہ وہی جنت اور جہنم ہے۔ وہی حیوان اور پتھر پودا ہے اور وہی مٹی اور اینٹ پتھر ہے۔ لہذا زمین پر جو کچھ بھی پوجا جائے وہ اللہ کے سوا کچھ نہیں۔ ابلیس بھی ابن عربی کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہی کا ایک جزو ہے۔ (تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً)

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس ملعون عقیدہ کو (جس سے بڑھ کر گندہ، بیہودہ، بدبودار اور بدکردار نہ عقیدہ روئے زمین نے کبھی نہ دیکھا ہوگا) صوفیاء حضرات سراسر (رازوں کا راز) غایتوں کی غایت، ارادتوں کا منہا، پہنچے ہوئے کالمین کا مقام اور عارفین کی امیدوں کی آخری منزل قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ یہ بددینوں، زندیقوں، برہمنوں، ہندوؤں اور یونان کے پرانے فلسفیوں کا عقیدہ ہے۔ اور اس کے بعد تصوف میں جو برائی بھی داخل ہوئی وہ یقیناً اسی ملعون عقیدے کی تاریکی میں چھپ کر داخل ہوئی۔ اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ آج روئے زمین پر تصوف کی حقیقت کو جاننے والا کوئی بھی صوفی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور نہ اسے برا کہہ سکتا ہے۔ بلکہ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ان لوگوں کا علم صرف ارباب ذوق اور اہل معرفت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ حالاں کہ یہ بات واضح عربی زبان میں صاف صاف لکھی ہوئی ہے۔ ان حضرات نے اسے ضخیم ضخیم جلدوں میں لکھا ہے۔ اور نثر اور شعر اور قصوں اور امثال سے اس کی شرح کی ہے۔

البتہ بعض اہل تصوف اس سلسلے میں یہ معذرت کرتے ہیں کہ یہ بات وجد کے غلبے اور شطیحات کے طور پر کہی گئی ہے۔ مگر معلوم ہے کہ شطح درحقیقت مدہوشی، پاگل پن اور جنون کو کہتے ہیں۔ اور اہل تصوف کا دعویٰ ہے کہ ان کے یہ احوال کامل ترین احوال ہیں۔ اس لیے سوال یہ ہے کہ جنون اور پاگل پن کمال کیوں کر ہو سکتا ہے۔ پھر جو بات دسیوں جلدوں میں لکھی اور مدون کی گئی ہے، اور جسے تصوف کی غایۃ الغایات اور امیدوں کی آخری منزل قرار دے کر لوگوں کو اس کی دعوت دی جا رہی ہے وہ بات شطیحات (پاگل پن کی بات) کیسے ہو سکتی ہے؟

کبھی کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ باتیں گھڑ کر ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔۔۔ مگر یہ بھی درحقیقت صوفیوں کے جھوٹ اور فریب کاری کا ایک حصہ ہے۔ میں ہر صوفی کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کسی معین عبارت کو ذکر کر کے بتائے کہ یہ غلط طور پر ان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ یا کسی خاص اور معین عقیدے کو ذکر کر کے بتائے کہ فلاں لکھنے والے کی طرف اسے غلط طور پر منسوب کیا گیا ہے۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے، جب کہ اس سلسلے میں پوری پوری کتابیں لکھ ماری گئی ہیں۔ آراستہ و پیراستہ عقیدے تصنیف کر ڈالے گئے ہیں۔ اور موزون و خوش آہنگ قصیدے کہہ ڈالے گئے ہیں۔ میں کسی بھی صوفی کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ بتائے کہ یہ قصیدہ غلط طور پر منسوب ہے۔ یا فلاں معین قول غلط طور پر منسوب ہے۔ کیوں کہ اگر وہ ایسا کہے گا تو پھر سارا کا سارا تصوف جھوٹا اور غلط انتساب کا مجموعہ بن جائے گا۔ اور یہی بات برحق بھی ہے۔ کیوں کہ تصوف کے یہ بڑے بڑے جفادری یعنی صلاح، بسطامی، جلی، ابن سبعین، ابن عربی، نابلسی، تيجانی وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب درحقیقت اس امت میں غلط طور پر گھسائے گئے اور اس امت کی طرف غلط طور پر منسوب کئے گئے ہیں۔ انہوں نے اللہ اور رسولؐ پر جھوٹ گھڑا ہے۔ اللہ کے دین میں باطل بات کہی ہے۔

ان میں سے ہر ایک کا دُعم ہی کہ وہ خود اللہ ہے جو کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ اور ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے اس کائنات کا ایک حصہ اس کو سونپا ہے۔ ان میں سے ہر کوئی سمجھتا ہے کہ وہ ولی کامل ہے جس کے پاس صبح وشام وحی آتی ہے۔ بلکہ وہ غیب سے واقف ہے اور لوح محفوظ کو پڑھتا ہے۔ اللہ نے اس کو خاتم الاولیاء بنایا ہے۔ اور اسے دنیا کا قبلہ اور ساری مخلوق کے لئے معجزہ اور مینار قرار دیا ہے۔ نبی کے بعد براہ راست اسی کا درجہ و مقام ہے۔ نبی ان کے نزدیک عرشِ رحمانی پر مستولی و مستوی ہے۔ یعنی عرش پر محمد ﷺ کی ذات کے سوا کچھ نہیں۔ محمد ﷺ ان کے نزدیک تمام ذات میں سب سے پہلا وجود ہیں۔ اور تمام تعینات میں سب سے پہلا تعین ہیں۔ وہی اللہ کے عرش پر مستوی ہیں۔ وہی سارے انبیاء کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ اور سارے اولیاء کو الہام کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے خود اپنی طرف سے اپنے پاس وحی بھیجی۔ یعنی انہوں نے وحی کو آسمان پر جبریل کے حوالے کیا۔ اور زمین پر ان سے وصول کیا۔

مسلمانو! کبھی آپ لوگوں نے کوئی ایسا عقیدہ سنا ہے جو اس درجہ بے حیائی، خست، گراوٹ، کفر اور بے دینی لئے ہوئے ہو؟۔۔۔ یہ ہے صوفیوں کا عقیدہ، اور یہ ہے ان کی میراث، اور یہ ہے ان کا دین۔۔۔ بحمد اللہ ہم نے یہ ساری باتیں تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ”الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنۃ“ کے دوسرے ایڈیشن میں بیان کر دی ہیں۔ اور ہر بات کے ثبوت میں ان زندیقوں کی کتابوں سے لمبی لمبی عبارتیں نقل کر دی ہیں۔ یہ زندیق آج بھی دنیا کے سامنے یوں ظاہر ہوتے ہیں کہ گویا وہ اللہ کے ولی اور محبوب ہیں، دلوں کی کنجیوں کے مالک ہیں۔ اور ان کے پاس مسلمانوں کو تارکیوں سے نکال کر روشنی میں لانے کے لئے تربیت کا بہترین اور افضل ترین طریقہ ہے۔ حالانکہ

کہ یہ ہے ان کا عقیدہ اور یہ ہے ان کا طریقہ، جو مسلمانوں کا دین بگاڑنے اور لوگوں کو رب العالمین کے پیغام سے ہٹانے اور بہکانے کا کام کرتا ہے۔

☆☆.....

۴۔ فسق و فجور اور اباحت کی دعوت

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد پہلے پہل تقویٰ پر تھی وہ غلطی پر ہیں۔ ان کے متعلق ابن جوزی رحمہ اللہ کی زبانی حسب ذیل حکایت سنئے۔ وہ ابو القاسم بن علی بن محسن تنوخی عن ابیہ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

مجھے اہل علم کی ایک جماعت نے بتایا کہ شیراز میں ایک شخص تھا جو ابن خفیف بغدادی کے نام سے معروف تھا۔ اور وہاں صوفیوں کا شیخ (پیر) تھا۔ صوفیاء اس کے پاس جمع ہوتے۔ اور وہ دل میں گزرنے والے خیالات اور وسوسوں کے متعلق باتیں کرتا۔ اس کے حلقہ میں ہزاروں آدمی جمع ہوتے۔ وہ بڑا خوشحال، چالاک اور ماہر تھا۔ اس نے کمزور لوگوں کو اس مذہب میں پھنسا رکھا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے شاگردوں میں سے ایک آدمی مر گیا، اور اپنی صوفی بیوی کو چھوڑ گیا۔ اس کے پاس بڑی تعداد میں صوفی عورتیں جمع ہوئیں۔ اس ماتم میں ان کے سوا کوئی اور عورت شامل نہ تھی۔ جب لوگ اس آدمی کو دفن کر کے فارغ ہوئے تو ابن خفیف اور اس کے خواص شاگرد جو خاصی بڑی تعداد میں تھے اس کے گھر آئے۔ اور عورت کو صوفیوں کی باتوں کے ذریعہ تسلی دینے لگے۔ یہاں تک کہ اس نے کہا کہ مجھے تسلی ہو گئی۔ تب ابن خفیف نے اس عورت سے کہا: یہاں غیر بھی ہیں؟ اس نے کہا نہیں غیر نہیں ہیں۔ اس نے کہا: پھر نفس پر غم و الم کی آفتوں کو لازم کرنے اور اسے رنج و غم کے عذاب

میں مبتلا رکھنے سے کیا فائدہ؟ آخر ہم کس بناء پر امتزاج (آپس میں خلط ملط ہونے) کو چھوڑ دیں، کیوں کہ اس سے انوار ایک دوسرے سے ملیں گے، روچین صاف ہوں گی، آمدورفت ہوگی اور برکتیں نازل ہوں گی۔ اس کے جواب میں ان عورتوں نے کہا: اگر آپ چاہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مردوں اور عورتوں کی جماعتیں ایک دوسرے سے رات بھر بھڑی اور خلط ملط رہیں اور جب صبح ہوئی تو نکل بھاگیں۔

اس واقعہ کے راوی محسن کہتے ہیں: ابن خفیف نے جو یہ کہا تھا کہ کیا یہاں غیر ہیں؟ تو اس کا مطلب یہ تھا کہ کیا یہاں کوئی ایسا بھی ہے جو ہمارے مذہب کے موافق نہیں۔ اور عورت کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا کوئی مخالف موجود نہیں۔ ابن خفیف نے جو یہ کہا تھا کہ ہم امتزاج کو کیوں چھوڑ دیں، تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وطنی میں اختلاط ہونا چاہیے۔ (یعنی ایک ایک مرد کئی عورتوں سے، اور ایک ایک عورتیں کئی مردوں سے وطنی کریں اور کرائیں۔) اور یہ جو کہا کہ اس سے انوار ایک دوسرے سے ملیں گے تو ان کا عقیدہ ہے کہ ہر جسم میں ایک خدائی نور ہے (پس بدکاری کے نتیجہ میں مرد اور عورت کے اندر موجود خدائی نور ایک دوسرے سے مل جائے گا۔ العیاذ باللہ) اور یہ جو کہا کہ آمدورفت ہوگی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے جس کا شوہر مر گیا، یا سفر میں چلا گیا، اس کی جگہ دوسرا شخص آ جائے گا۔

محسن کہتے ہیں کہ یہ میرے نزدیک ایک عظیم واقعہ ہے۔ اگر مجھے اس کی اطلاع ایک ایسی جماعت نے نہ دی ہوتی جو جھوٹ سے دور و نفور ہے تو یہ میرے نزدیک اتنا عظیم واقعہ ہے، اور دارالاسلام میں ایسی بات کا پیش آنا اس قدر مستبعد ہے کہ میں اسے بیان ہی

نہ کرتا۔

وہ کہتے ہیں کہ: مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اور اس جیسی باتیں پھیل کر عضد الدولہ تک جا پہنچیں، اور اس نے ان کے ایک گروہ کو گرفتار کر کے کوڑوں سے پٹائی کی، اور ان کے مجمع کو پراگندہ کیا، تب وہ اس سے باز آئے۔

غرض تمہیں یقین کرنا چاہیے کہ یہ گروہ اپنے ہر دور میں محض بددینوں، جھوٹے مدعیوں اور زندقوں کا مجموعہ رہا ہے، جو بظاہر تو شریعت کے پاک و صاف ظاہر کی پابندی کرتا تھا۔ مگر نگاہوں سے پس پردہ کفر و فسق اور زندقہ چھپائے رکھتا تھا۔ اسی لئے ابن عقیل حتمی طور پر کہتے تھے۔ جیسا کہ ابن جوزی نے ان سے نقل کیا ہے کہ یہ لوگ زندیق، ملحد اور دین کے جھوٹے دعوے دار ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: ”ان فارغ اور اثبات سے خالی لوگوں کی طرف کان لگانے سے خدا کے لئے بچو۔ یہ زے بدین لوگ ہیں جو ایک طرف مزدوروں کا لباس یعنی گدڑی اور اون پہنتے ہیں اور دوسری طرف بدکردار بدینوں والے اعمال کرتے ہیں، یعنی کھاتے اور پیتے ہیں، ناچتے اور تھرکتے ہیں، عورتوں اور لونڈوں سے گانے سنتے ہیں۔ اور شریعت کے احکام چھوڑتے ہیں۔ زندقوں کو بھی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ شریعت کے احکام چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ اہل تصوف کا ظہور ہوا تو وہ بدکاروں کی روش ساتھ لائے۔“

یاد رہے کہ ابن عقیل رحمہ اللہ نے یہ بلیغ عبارت اپنے زمانہ کے صوفیوں کے احوال درج کرنے کے بعد لکھی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ابن عقیل صوفیوں کی سیاہ کاریاں بیان کرتے ہیں

”میں کئی وجوہوں سے صوفیوں کی مذمت کرتا ہوں جن کے فعل کی مذمت کو شریعت نے ضروری قرار دیا ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ: ”انہوں نے بیکاری کے اڈے یا احدی خانے قائم کر رکھے ہیں۔ اس سے مراد ان کی خانقاہیں ہیں۔ جہاں وہ مساجد کی جماعتوں سے کٹ کر پڑے رہتے ہیں۔ یہ خانقاہیں نہ تو مسجد میں نہ مکانات نہ دکانیں۔ وہ ان خانقاہوں میں اعمال معاش سے کٹ کر محض بیکار پڑے رہتے ہیں۔ اور کھانے پینے اور ناچنے گانے کے لئے جانوروں کی طرح اپنے بدن کو موٹا کرتے ہیں۔ اپنی چمک دمک دکھانے اور نگاہوں کو خیرہ کرنے کے لئے گدڑی اور پیوند پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور عوام اور عوتوں پر اثر انداز ہونے والے مختلف رنگ کے شعبدے دکھلاتے ہیں۔ جیسے ریشم کے مختلف رنگوں سے سقلاطون کی چمک دکھلائی جاتی ہے۔ یہ مختلف صورتیں بنا کر اور لباس پہن کر عورتوں اور بے داڑھی مونچھ کے نوخیز لڑکوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔ اور جس گھر میں داخل ہوتے ہیں اگر وہاں عورتیں ہوں تو یہ ان عورتوں کا دل ان کے شوہروں سے بگاڑ کر ہی نکلتے ہیں۔ پھر یہ لوگ خالموں، فاجروں اور لٹیروں مثلاً نمبر داروں، فوجیوں اور ناجائز ٹیکس لینے والوں سے کھانے اور غلے اور روپے پیسے قبول کرتے ہیں بے داڑھی مونچھ کے نوخیز لڑکوں کو سماع کی مجلسوں میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور شمع کی روشنی میں مجموعوں کے اندر انہیں کھینچتے ہیں۔ اجنبی عورتوں سے ملنے جلتے ہیں۔ اور اس کے لئے یہ دلیل دیتے ہیں کہ انہیں خرقة پہنانا ہوتا ہے۔ اور حلال بلکہ ضروری سمجھتے ہیں کہ مستی میں جس شخص کے کپڑے گر جائیں اس

کے کپڑوں کو آپس میں بانٹ لیں۔ یہ لوگ اس مستی کو وجد کہتے ہیں، اور دعوت کو وقت کہتے ہیں، اور لوگوں کے کپڑے بانٹنے کو حکم کہتے ہیں۔ اور جس گھر میں ان کی دعوت کی گئی ہو وہاں سے اسی وقت نکلتے ہیں جب کہ ایک دوسری دعوت کو لازم کر لیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ دعوت واجب ہوگئی۔ حالاں کہ ان باتوں کا عقیدہ رکھنا کفر، اور انہیں کرنا فسق ہے۔

ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سارنگی بجا کر گانا گانا عبادت ہے۔ ہم نے ان سے سنا ہے کہ حدی خوانی اور محفل کی آمد کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ کیوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ بھی عبادت ہے۔ حالاں کہ یہ بھی کفر ہے۔ کیوں کہ جو شخص مکروہ اور حرام کام کو عبادت سمجھے وہ اپنے اس عقیدے کی وجہ سے کافر ہوگا گیا۔ جب کہ باقی لوگوں کے لئے وہ کام صرف حرام یا مکروہ ہی رہا۔

اور اہل تصوف اپنے آپ کو اپنے شیخ (پیر) کے حوالہ کرتے ہیں۔ پس اگر ان کے شیخ کے درجہ و مقام کی بات آتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ شیخ پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اس شیخ کی رسی کے کھلنے اور شطیحات نامی کفر و ضلالت والے اقوال کے دھاگے میں منسلک ہونے اور فسق و فجور کے معلوم و معروف کاموں میں ملوث ہونے کا حال نہ پوچھو۔ اگر وہ شیخ کسی خوبرو لونڈے کو بوسہ لیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ رحمت ہے۔ اگر کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ اس کی بیٹی ہے، اور اس نے خرقہ پہن رکھا ہے۔ اور اگر وہ کوئی کپڑا اس کے مالک کی رضا مندی کے بغیر دوسروں پر تقسیم کرتا ہے تو کہا جاتا ہے خرقہ کا فیصلہ ہے۔ ابن عقیل کہتے ہیں کہ: حالاں کہ مسلمانوں کا کوئی شیخ ایسا نہیں جس کو اس کے حال پر چھوڑا جاسکے اور اس کے احوال تسلیم کئے جاسکیں۔ کیوں کہ یہاں کوئی شیخ ایسا نہیں جو دائرہ تکلیف میں داخل نہ ہو۔ پھر پاگلوں اور بچوں کے ہاتھ پر مارا جاتا ہے۔

اور یہی سلوک چوپایوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے کہ خطاب کے بدلے مار پڑتی ہے۔ (پس صوفیوں کے مشائخ کو ان کے حال پر کیوں کر چھوڑا جاسکتا ہے) ہاں اگر کوئی شیخ ایسا ہوتا جسے اس کے حال پر چھوڑا جاسکتا تو وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے۔ مگر ان کا بھی ارشاد ہے کہ: ”اگر میں میڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو“۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ پھر خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھو کہ کس طرح آپ پر بھی صحابہ نے اعتراض کیا۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ انہوں نے آپ سے کہا کہ ہم نماز قصر کیوں کریں جب کہ ہم حالت امن میں ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے صحابی نے کہا کہ آپ ہمیں وصال سے (یعنی بغیر افطار پے در پے روزہ رکھنے سے) کیوں منع کرتے ہیں۔ جب کہ آپ خود وصال کرتے ہیں؟ اور ایک اور صحابی نے کہا کہ آپ ہمیں حج کے احرام کو عمرہ میں تبدیل کرنے کا حکم دے رہے ہیں، اور خود ایسا نہیں کر رہے ہیں؟

پھر اور آگے بڑھو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہوتا ہے۔ یعنی تخلیق آدم کے موقع پر اس سے فرشتے کہتے ہیں: ”اتجعل فیہما“ الخ (اے اللہ کیا زمین میں ایسی مخلوق کو بنائے گا جو فساد مچائے گی۔ الخ) اسی طرح اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ”أهلکنا بما فعل السفهاء منا“ (کیا تو ہمارے بیوقوفوں کی کرنی پر ہمیں ہلاک کرے گا۔)

واضح رہے کہ صوفیوں نے یہ بات (کہ شیخ پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا) اپنے اگلوں کے دلوں کو خوش کرنے، اور تابعداروں اور مریدوں پر اس کے سلوک کا سکھ بٹھانے کے لیے ایجاد کی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فاستخف قوماً فطاعوه“ (فرعون نے اپنی قوم کو حقیر جاتا تو انہوں نے اس کی بات مان لی) اور غالباً یہ بات ان ہی لوگوں نے ایجاد کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بندہ جب اپنے آپ کو پہچان لے تو جو بھی کرے اسے کوئی ضرر نہیں

پہنچتا۔ حالاں کہ یہ غایت درجہ بددیہی اور گمراہی ہے۔ کیوں کہ فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عارف جس حال تک پہنچتا جاتا ہے اس پر تکلیف کا دائرہ اسی قدر تنگ ہوتا جاتا ہے۔ جیسے انبیاء کے حالات ہیں کہ انہیں صفائے کے سلسلہ میں بھی تنگی کے اندر رکھا جاتا ہے۔ پس ان فارغ اور اثبات سے خالی لوگوں کی طرف کان لگانے سے خدا کے لئے بچو، خدا کے لئے بچو، یہ لوگ محض زندگی ہیں جنہوں نے ایک طرف مزدوروں کا لباس یعنی گدڑی اور اون پہن رکھا ہے۔ اور دوسری طرف بے حیا اور بدکردار لہجوں کا عمل اپنا رکھا ہے۔ یعنی کھاتے پیتے ہیں ناچتے تھرکتے ہیں۔ عورتوں اور لونڈوں سے گانے سنتے ہیں۔ اور شریعت کے احکام چھوڑتے ہیں۔ زندیقوں نے بھی شریعت کو چھوڑنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ اہل تصوف آئے تو بدکاروں کی روش بھی ساتھ لائے۔

صوفیاء اور گانے کی حلت

پھر ابن عقیل رحمہ اللہ ان کے زندقہ اور کفر کا حال بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے اپنے خیال میں شریعت اور حقیقت کے درمیان تفریق کی۔ اور نشہ آور شیش (گانجا اور بھنگ وغیرہ) کو حلال ٹھہرایا۔ بلکہ یہی وہ گروہ ہے جس نے پہلے پہل اس (گانجے) کا انکشاف کیا۔ اور مسلمانوں کے درمیان اس کو رواج دیا۔ اسی طرح انہوں نے گانے اور مرد و عورت کے اختلاط کو حلال ٹھہرایا۔ اور یہ کہہ کر کفر و زندقہ کے اظہار کو بھی حلال ٹھہرایا کہ یہ احوال و شطیحات ہیں۔ اور ضروری ہے کہ ان پر نکیر نہ کی جائے۔ کیوں کہ یہ مجرب لوگ ہیں۔ یا (ان کے خیال میں) بارگاہ پروردگار کے مشاہدہ میں مشغول لوگ ہیں۔

ابن عقیل کہتے ہیں کہ سب سے پہلے تو انہوں نے نام گھڑے۔ اور حقیقت و شریعت کا بکھیڑا کھڑا کیا۔ حالاں کہ یہ بری بات ہے۔ کیوں کہ شریعت کو حق تعالیٰ نے مخلوق

کی ضروریات کے لئے وضع کیا ہے تو اب اس کے بعد حقیقت نفس کے اندر شیطان کے القاء کیے ہوئے دوسروں کے سوا اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ جو شخص بھی شریعت سے الگ ہو کر کسی حقیقت کا متلاشی ہو وہ بیوقوف اور فریب خوردہ ہے۔

پھر ان صوفیاء کے سامنے کوئی شخص حدیث روایت کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ مسکین لوگ ہیں۔ اپنی حدیث مردے سے روایت کرتے ہیں، جو کسی اور مردے سے روایت کرتا ہے۔ جب کہ ہم نے اپنا علم اس زندہ و پائندہ ہستی سے لیا ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ لہذا اگر کوئی شخص حدیثیابی عن جدی کہتا ہے (یعنی میرے باپ نے میرے دادا سے حدیث روایت کی) تو میں حدیثی قلبی عن ربی کہتا ہوں۔ (یعنی میرے دل نے میرے پروردگار سے روایت کیا) غرض ان خرافات کے ذریعہ یہ خود بھی برباد ہوئے اور کم عقلوں کے دلوں کو بھی برباد کیا۔ اور عبرت کی بات یہ ہے کہ اسی کے لئے ان پر مال خرچ کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ فقہاء تو مثل اطباء کے ہیں۔ اور دواء کی قیمت پر خرچ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں پر خرچ کرنا ایسا ہی بھل ہے جیسا ناپنے اور گانے والیوں پر خرچ کرنا۔

اور فقہاء سے ان کا بغض ایک بڑا زندقہ (بد دینی) ہے۔ کیوں کہ فقہاء اپنے فتویٰ کے ذریعہ ان کی گمراہی اور فسق سے روکتے ہیں۔ اور حق گراں گزرتا ہے جیسے زکاۃ گراں گزرتی ہے۔ لیکن گانے والی عورتوں پر مال نہجھا اور کرنا اور شعراء کو ان کے مدحیہ قصیدوں پر عطیہ دینا کس قدر آسان معلوم ہوتا ہے۔ یہی حال اہل الحدیث سے ان کے بغض کا ہے۔

پھر انہوں نے عقل کو زائل کرنے کے لئے شراب کے بدلے ایک دوسری چیز اختیار کی ہے جس کا نام حشیش اور معجون رکھا ہے۔ یعنی گانجا، افیون اور

بھنگ، اور حرام گانے بجانے کا نام سماع اور وجد رکھا ہے۔ حالاں کہ جو وجد عقل کو زائل کر دے اس سے تعرض حرام ہے۔

اللہ شریعت کو اس طائفہ کے شر سے محفوظ رکھے جو لباس کی نفاست، زندگی کی بہار اور شیریں الفاظ کی فریب کاری کا جامع ہے۔ اور جس کے پیچھے احکام الہی کو ختم کرنے اور شریعت کو چھوڑنے کے سوا کچھ نہیں۔ اسی لئے یہ دلوں پر ہلکے ہو گئے ہیں اور ان کے باطل پر ہونے کی اس سے زیادہ واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا پرست ان سے ایسی ہی محبت کرتے ہیں۔ جیسی محبت کھیل کود والوں سے اور ناچنے گانے والیوں سے کرتے ہیں۔ اس کے بعد ابن عقیل کہتے ہیں:

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہ لوگ تو صاف سحرے، اچھے طور طریقہ والے اور بااخلاق لوگ ہیں، تو میں ان سے کہوں گا کہ اگر یہ لوگ کوئی ایسا طریقہ نہ اپنائیں جس سے اپنے جیسے لوگوں کا دل کھینچ سکیں تو ان کی عیش و عشرت ہمیشہ رہ ہی نہ سکے گی۔ اور ان کا جو حال تم ذکر کر رہے ہو وہ تو عیسائیوں کی رہبانیت ہے۔ اور اگر تم دعوتوں کے اندر طیفلی بننے والوں اور بغداد کے زخموں کی صفائی سحرائی دیکھو، اور ناچنے گانے والیوں کی نرم اخلاقی کام مشاہدہ کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کا طریقہ ظرافت اور فریب کاری کا طریقہ ہے۔ آخر لوگوں کو طور طریقہ یا زبان ہی سے تو دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔ اگر ان لوگوں کے پاس علم کی گہرائی بھی نہ ہو اور کوئی طور طریقہ بھی نہ ہو تو آخر یہ کس طرح مالداروں کا دل کھینچیں گے۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ احکام الہی کی تعمیل مشکل کام ہے۔ اور بدکاروں کے لئے اس سے زیادہ کوئی بات آسان نہیں کہ معاشرے سے الگ تھلگ رہیں۔ اور اس سے زیادہ کوئی مشکل بات نہیں کہ شریعت کے اوامر و نواہی کی روشنی میں صادر ہونے والی رکاوٹ کی پابندی کریں۔ درحقیقت شریعت کے لئے متکلمین اور اہل تصوف سے بڑھ کر کوئی قوم

نقصان دہ نہیں۔ کیوں کہ یہ لوگ (متکلمین) لوگوں کے عقائد کو عقلی شبہات کا وہم دلا کر فاسد کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ (اہل تصوف) لوگوں کے اعمال کو خراب کرتے، دین کے قوانین کو ڈھاتے، بیکاری کو پسند کرتے اور گانے وغیرہ سننے سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ حالانکہ سلف ایسے نہیں تھے۔ بلکہ عقائد کے باب میں بندہ تسلیم و رضا تھے۔ اور دوسرے ابواب میں حقیقت پسند و جفاکش۔

وہ کہتے ہیں: اپنے بھائیوں کو میری نصیحت یہ ہے کہ ان کے دلوں کے افکار میں متکلمین کی بات نہیں پڑنی چاہیے، اور ان کا کان صوفیوں کی خرافات کی طرف نہیں لگنا چاہیے۔ بلکہ معاش کے کام میں مشغول ہونا صوفیوں کی بیکاری سے بہتر ہے۔ اور خواہر پر ٹھہرے رہنا نام نہاد دین پسندوں کی دقت پسندی سے افضل ہے میں نے دونوں گروہوں کے طریقے آزمائے ہیں، ان لوگوں کا منہ بھرا کمال شک ہے، اور ان لوگوں کا منہ بھرا کمال شطط ہے۔ ۱

پھر یہ برا اور رسوا کن حال جس کو ابن عقیل نے بیان کیا ہے اور ابن جوزی نے نقل کیا ہے یہ برابر قائم رہا۔ بلکہ اس کے بعد جو صدیاں آئیں وہ مزید جہل و تاریکی کی صدیاں تھیں۔ کیوں کہ ان صدیوں میں اہل تصوف نے اسلامی سر زمین میں خوب خوب بگاڑ اور خرابی مچائی، اور اسے دین اور اسلام کے نام پر فسق و فجور سے بھر دیا۔ اور صرف عقل اور عقیدے ہی کو بگاڑنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اخلاق و آداب کو بھی تباہ و برباد کیا۔

چنانچہ یہ عبد الوہاب شعرانی ہے جس نے اپنی کتاب ”الطبقات الکبریٰ“ میں صوفیوں کی ساری بدکاریوں، خرافات اور دہریت کو جمع کیا ہے۔ اور سارے پاگلوں، مجربوں، لونڈے بازوں اور ہم جنسی کے خوگروں، بلکہ سر

راہ کھلم کھلا جانوروں کے ساتھ بد فعلی کرنے والوں کو اولیاء اللہ قرار دیا ہے۔ اور انہیں عارفین اور اہل کرامت کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ اور ان کی طرف فضائل اور مقامات سلوک کی نسبت کی ہے۔ اور اسے ذرا شرم نہ آئی کہ وہ ان کی ابتداء ابو بکر صدیق پھر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین سے کرتا ہے۔ پھر اسی لڑی میں ایسے شخص کو بھی پروتا ہے جو دن دھاڑے کھلم کھلا لوگوں کے رو برو گدھی کے ساتھ بد فعلی کرتا تھا۔ اور ایسے شخص کو بھی پروتا ہے جو زندگی بھر غسل نہیں کرتا تھا، یا زندگی بھر کپڑے سے رنگارہتا تھا۔ اور رنگا ہی رہتے ہوئے جمعہ کا خطبہ دیتا تھا۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ ہر ایسا پاگل، جھوٹا، کذاب جس سے زیادہ خسیس طبیعت نیڑ ہے مسلک، برے اخلاق اور گندے عمل کا آدمی انسانیت نے کبھی نہ دیکھا ہوگا، ان سب کو یہ شخص خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور اہل بیت نبوی اطہار جیسے اشرف و اکرم انسانوں کے ساتھ ایک ہی دھاگے میں پروتا ہے۔ اور اس طرح یہ شخص طہارت کو نجاست کے ساتھ، شرک کو توحید کے ساتھ، ہدایت کو گمراہی کے ساتھ اور ایمان کو زندقہ کے ساتھ مخلوط کرتا ہے۔ لوگوں پر ان کا دین ملتیس کرتا ہے۔ اور ان کے عقیدے کی شکل و صورت مسخ کرتا ہے۔ آؤ! اور اس گنہگار شخص نے اپنے نامزد کیے ہوئے اولیاء عارفین کے جو حالات لکھے ہیں اس میں سے تھوڑا سا پڑھ لو۔ یہ شخص اپنے سید علی وحید نامی ایک شخص کے حالات میں لکھتا ہے کہ:

”وہ (علی وحید) جب کسی شہر کی شیخ وغیرہ کو دیکھتا تو ان کو ان کی گدھی سے اتار دیتا۔ اور کہتا کہ اس کا سر پکڑے رہو، تاکہ میں اس کے ساتھ بد فعلی کروں۔ اب اگر وہ شیخ

انکار کر دیتے تو زمین میں کیل کی طرح گڑ جاتے۔ اور ایک قدم بھی نہ چل سکتے۔ اور اگر بات مان لیتے تو بڑی شرمندگی اٹھانی پڑتی (کہ وہ سرعام بد فعلی کرتا، اور یہ سر پکڑے رہتے) اور لوگ یہ سارا منظر دیکھتے ہوئے (وہاں سے گزرتے رہتے)۔“ ۱

دیکھو کہ کس طرح اس کا سید علی وحیش لوگوں کے روبرو ایسی حرکت کرتا تھا کیا اس کے بعد بھی کوئی سوچ بوجھ رکھنے والا آدمی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ ناپاک تصوف مسلمانوں کے دین کا حصہ ہے۔ اور یہ بھی وہی چیز ہے کہ جس کے ساتھ پروردگار عالم کے پیغمبر ہادی و امین ﷺ مبعوث فرمائے گئے تھے۔ اور کیا علی وحیش اور اس قماش کے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کی لائن میں رکھنے والا، اور ان سب کو ایک ہی راستے کا راہرہ و قراودینے والا زندیق و فاک کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے جس نے دین اسلام کو ڈھانے اور مسلمانوں کے عقائد کو برباد کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہو۔

اور شعرانی نے اس مقصد کے لئے کہ عقلیں اپنی نیند سے بیدار نہ ہوں لوگوں کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اولیاء اللہ کے لئے ان کی خاص شریعت ہوتی ہے جس کے مطابق وہ اللہ کی عبادت کرتے اور اس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ چاہے اس کا ایک حصہ گدھیوں کے ساتھ بد فعلی ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے جب بھی کوئی شخص کوشش کرتا ہے کہ جاگے اور غور کر کے ہدایت و گمراہی اور پاکی و ناپاکی کے فرق کو سمجھے تو یہ لوگ اس پر تلیمس و تزویر کا پھندہ ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی شعرانی کو لے لیجئے۔ اس نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا ہے جس نے سید بدوی کے عرس میں ہونے والے فسق و فجور پر نکیر کی تھی۔ جہاں آج بھی شہر طحطا (مصر) کے اندر لاکھوں انسان جمع ہوتے ہیں۔ اور مردوں اور عورتوں کے درمیان بہت ہی برا اختلاط ہوتا ہے۔ بلکہ مسجدوں اور راستوں میں حرام کاریاں ہوتی ہیں۔ رنڈی خانے کھولے جاتے ہیں اور صوفی مرد اور صوفی بیچ مسجد میں ایک ساتھ مل کر ناپتے ہیں۔

اور ہر حرام کو حلال کیا جاتا ہے۔ اسی کے متعلق شعرانی نے اپنی کتاب ”الطبقات الکبریٰ“ میں یہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے اس فسق و فجور پر نکیر کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان چھین لیا۔ اور کس طرح چھین لیا۔ شعرانی لکھتا ہے کہ: ”پھر اس شخص کا ایک بال بھی ایسا باقی نہ بچا جس میں دین اسلام کی طرف جھکاؤ ہو۔ آخر اس نے سیدی احمد رضی اللہ عنہ سے فریاد کی۔ انہوں نے فرمایا شرط یہ ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات نہ کہنا۔ اس نے کہا جی ہاں۔ تب انہوں نے اس کے ایمان کا لباس اسے واپس کیا۔ پھر اس سے پوچھا تم کو ہماری کیا چیز بری معلوم ہوتی ہے؟ اس نے کہا مردوں اور عورتوں کا میل جول۔ جواب میں سیدی احمد رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات تو طواف میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ اس کی حرمت (احترام) کے خلاف نہیں۔ پھر فرمایا میرے رب کی عزت کی قسم! میرے عرس میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ ضرور توبہ کرتا ہے اور اچھی توبہ کرتا ہے۔ اور جب میں جنگل کے جانوروں اور سمندری مچھلیوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں، اور ان میں سے بعض کو بعض سے محفوظ رکھتا ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ میرے عرس میں آنے والے کی حفاظت سے مجھے عاجز اور بے بس رکھے گا؟۔ ۱۔

اور شعرانی نے اپنی کتاب میں ان سب زندہ اور کفر اور جہالت اور گمراہی کو جو روایت کر رکھا ہے تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیوں کہ اس شخص نے خود اپنے متعلق یہ جھوٹ اڑایا ہے کہ سید بدوی جو اس سے کوئی چار سو برس پہلے انتقال کر چکا ہے اس سے سلام کرنے کے لیے قبر سے اپنا ہاتھ نکالتا تھا۔ اور یہ کہ اس مرے ہوئے سید بدوی نے اپنی مسجد کے زاویوں میں سے ایک زاویے کو شعرانی کے لئے شب عروسی کے کمرے کے طور پر تیار کیا تاکہ شعرانی اس کمرے میں اپنی بیوی کے ساتھ یکجا ہو۔ اور جب شعرانی سید بدوی کے عرس میں پہنچنے میں دیر کرتا تو سید بدوی اپنی قبر سے نکل کر قبر کے اوپر رکھا ہوا پردہ ہٹاتا تھا اور کہتا تھا

کہ عبدالوہاب نے دیر کر دی۔ آیا نہیں۔ آئیے خود شعرانی کی عبارت پڑھیے۔ وہ لکھتا ہے:

”احمد بدوی کے عرس میں ہر سال میرے حاضر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ میرے شیخ عارف باللہ محمد شادی رضی اللہ عنہ جوان کے گھر کے اعیان میں سے ایک ہیں انہوں نے قبر کے اندر سیدی احمد رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے مجھ سے عہد لیا۔ اور اپنے ہاتھ سے مجھے ان کے حوالے کیا۔ چنانچہ ان کا ہاتھ شریف قبر سے نکلا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور شادی نے کہا کہ حضور! آپ کی توجہ ان پر ہونی چاہیے۔ اور آپ انہیں اپنے زیر نظر رکھیں۔

اور اس کے ساتھ ہی میں نے قبر سے سیدی احمد کا یہ فرمان سنا کہ ہاں!“

پھر شعرانی مزید آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ:

”جب میں نے اپنی بیوی فاطمہ ام عبدالرحمن کو جو کنواری تھی رخصت کرایا تو پانچ مہینے تک رکا رہا اور اس کے قریب نہیں گیا۔ اس کے بعد سیدی احمد تشریف لائے، اور مجھے ساتھ لیا۔ اور بیوی ساتھ میں تھی۔ اور قبر کا جو گوشہ داخل ہونے والے کے بائیں واقع ہے اس کے اوپر بستر بچھایا۔ اور میرے لئے حلوہ پکایا۔ اور زندوں اور مردوں کو اس کی دعوت دی اور فرمایا کہ یہاں اس کی بکارت زائل کرو۔ چنانچہ اس رات وہ کام ہوا۔“

پھر لکھا ہے کہ: ”میں ۹۳۸ھ میں عرس کے اندر اپنے وقت مقررہ پر حاضر نہ ہو سکا۔ اور وہاں بعض اولیاء موجود تھے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ سیدی احمد رضی اللہ عنہ اس روز قبر کا پردہ ہٹاتے تھے اور کہتے تھے کہ عبدالوہاب نے دیر کر دی۔ آیا نہیں۔“۔ ۱۔

غرض یہ ہیں وہ برے نمونے جن کے متعلق چاہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے

بچے انہیں کے نقش قدم پر چلیں۔ اور یہ ہے تصوف کا حقیقی چہرہ۔ اور یہ ہیں اس کے رموز اور رباں کی صورتیں۔ اور اگر ہم ان صورتوں کو گنگنا شروع کر دیں تو اس مختصر رسالہ میں میانہ روی سے باہر نکل جائیں گے۔ البتہ ہم نے بحمد اللہ، اللہ ن توفیق سے اس کو اپنی کتاب ”الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والسنة“ میں پورے سط سے لکھ دیا ہے۔ لہذا اس کے لئے اسی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور اسی پر بھروسہ ہے۔ اور اسی سے یہ بات مطلوب ہے کہ وہ اسلامی معاشرہ کو اس خبیث سرطان سے پاک کر دے جس نے مسلمانوں کے عقیدے، عمل اور سماج کو فاسد کر رکھا ہے۔

اور اخیر میں اللہ عزیز و حمید کے راستے کے داعی نبی کامل و طاہر پر درود و سلام ہو۔

اہل تصوف سے کس طرح بحث کی جائے؟

پچھلے باب میں ہم صوفیانہ افکار کی خطرناکیوں کا ذکر کر چکے ہیں۔ اب جو شخص بھی ان باتوں سے واقف ہو جائے اس پر ضروری ہے کہ اسلامی سماج سے اس خبیث درخت کی جڑ اکھاڑنے کی کوشش کرے۔ لیکن یہ کام ہو نہیں سکتا جب تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف دعوت برحق نہ دی جائے۔ اور ہدایت و پاکیزگی کے پردے میں ہر قسم کے کفر و زندقہ کو چھپانے والے اس قابل نفرت تصوف کو سرعام رسوا نہ کیا جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جس شخص کو حق معلوم ہو جائے وہ اسے پھیلانے اور عام کرنے کی کوشش کرے۔ اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ جس شخص کو اس شر کا علم ہو جائے وہ اس کے درخت کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کرے۔

☆ اور چونکہ بیشتر طالب علم تصوف کی حقیقت نہیں جانتے، اور اس کی کفریات، اکاذیب، باطل اور لاف و گزاف سے واقفیت نہیں رکھتے اس لئے صوفیوں سے بحث کرتے ہوئے بہترین جواب نہیں دے پاتے۔ اور نہ انہیں حق پر قانع کر پاتے ہیں۔ کیوں کہ صوفی جب ایسے آدمی کو دیکھتا ہے جو کتاب و سنت اور دلیل کی عظمت کا قائل ہو تو جھٹ کہتا ہے کہ جنید نے جو کہ شیخ الطائفہ تھے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ کتاب و سنت کا پابند ہے۔ اور جو کتاب و سنت کو نہ سمجھے وہ اس گروہ کے طریقے کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اور فلاں نے یہ کہا ہے۔ اور فلاں نے وہ کہا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے دل میں اس گروہ کا کوئی نکتہ جاگزیں ہوتا ہے تو میں اسے اس وقت تک بیان نہیں کرتا جب تک کہ میں اس کے لئے کتاب و سنت سے دو شاہد نہ پا جاؤں۔

☆ اور یہ باتیں سن کر صوفیوں کی راہیں نہ جانے والا طالب علم سمجھتا ہے کہ یہ لوگ دین کے ماہر ہیں۔ اور ورع و اخلاص کے ایسے مقام پر فائز ہیں کہ کوئی بات اس وقت تک نہیں بولتے جب تک کہ وہ کتاب و سنت کے موافق نہ ہو۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ لوگ اپنے اقوال و افعال میں کتاب و سنت کے پیروکار ہیں۔ اس لئے بیچارہ نادام اور عموماً جواب ہو جاتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی یہ پوچھ بیٹھتا ہے کہ پھر یہ لوگ اپنے عرسوں اور اپنی محفلوں میں ناچتے کیوں ہیں؟ اور یہ مجذوب کیا ہیں جو اوٹ پناگ حرکتیں کرتے ہیں، اور چیختے چلاتے ہیں۔ مگر اس کے جواب میں وہ کٹھ جت صوفی کہتا ہے کہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ یہ تو غفلت کے مارے ہوئے عوام ہیں۔ حقیقی صوفی نہیں ہیں۔ صوفیت تو کچھ اور ہی ہے۔ حالاں کہ یہ بات فطری طور پر جھوٹ ہوتی ہے۔ لیکن اس قسم کا جواب طالب علم پر چل جاتا ہے، اور وہ چپ ہو رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تصوف اس امت کے جسم میں اپنا کام کرتا رہتا ہے، اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

☆ اور چونکہ بہت سے طالب علموں کو اتنا وقت نہیں ملتا کہ تصوف کی کتابیں دیکھ سکیں۔ اور ان میں جو کچھ ہے اس کی حقیقت معلوم کر سکیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب بعض کتابیں دیکھتے ہیں تو حق پوشیدہ رہ جاتا ہے اور باطل سے تمیز نہیں ہو پاتا۔ کیوں کہ اس میں ایسی تلخیص اور ملاوٹ ہوتی ہے کہ پڑھنے والا ایک مریض قول کے پہلو بہ پہلو ایک صحیح قول دیکھتا ہے۔ اور چھپے ہوئے لفظوں میں کفر والے ایک قول سے گزرتا ہے تو ایک چوتھا قول ایسا دیکھتا ہے جس سے حکمت پھوٹی محسوس ہوتی ہے اس لئے وہ گڑبڑا جاتا ہے، اور حقیقت نہیں دیکھ پاتا۔ اور یہ نہیں سمجھ پاتا کہ وہ کون سے راستے سے گزر رہا ہے۔

☆ اس لئے ہم تصوف کے بنیادی اور کھلی قضیوں کو بتلانے اور اساطین تصوف کے ساتھ مباحثہ کا ذہنک سکھانے کے لئے یہ مختصر سا خلاصہ لکھ دے رہے ہیں۔ اس کی روشنی

میں بحث کرنے والا اگر ایک مبتدی طالب علم بھی ہوا تو وہ بھی ان کو مغلوب اور خاموش کر لے گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں صراطِ مستقیم کی ہدایت بھی دے دے۔
قواعد یہ ہیں:

تصوف گندگیوں کا سمندر ہے

سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ تصوف گندگیوں کا ایک سمندر ہے۔ کیوں کہ اہل تصوف نے ہندوستان، ایران اور یونان کے فلسفوں میں پائے جانے والے ہر طرح کے کفر و زندقہ کو، اور قرامطہ اور باطنی فرقوں کے تمام مکرو فن کو، خرافیوں کی ساری خرافات کو، دجالوں کے سارے دجل کو اور شیطانوں کی ساری ”وجی“ کو اکٹھا کر لیا ہے۔ اور ان سب کو تصوف کے دائرے، اور اس کے علوم و اصول اور کشف کے سانچے میں ڈھال لیا ہے۔ مخلوق کی طرف خدائی کی نسبت سے لے کر ہر موجود کو عین خدا قرار دینے تک تمہاری عقل روئے زمین پر جس جس کفریہ عقیدہ کا تصور کر سکتی ہے وہ تمہیں تصوف میں ضرور مل جائے گا۔ (تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً)

اسلامی بھائیو! اس مقصد کے لیے کہ آپ کے ذہن میں تصوف کا واضح نقشہ آ جائے، ہم آپ کے سامنے صوفیوں کے عقائد کا، اور دین تصوف اور دین اسلام کے بنیادی فرق کا ایک بہت ہی مختصر سا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

اول: اسلام اور تصوف کے درمیان بنیادی فرق:

اسلام کا منہج اور راستہ تصوف کے راستے اور منہج سے ایک انتہائی بنیادی چیز میں علیحدہ ہے۔ اور وہ ہے ”تلقی“۔ یعنی عقائد اور احکام کے سلسلے میں دینی معرفت کے ماخذ۔

اسلام عقائد کے ماخذ کو صرف نبیوں اور پیغمبروں کی وحی میں محصور قرار دیتا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے ہمارے پاس صرف کتاب و سنت ہے۔

اس کے برخلاف دین تصوف میں عقائد کا ماخذ وہ خیالی وحی ہے جو اولیاء کے پاس آتی ہے۔ یا وہ مرمومہ کشف ہے جو انہیں حاصل ہوتا ہے۔ یا خواب ہیں یا پچھلے وقتوں کے مرے ہوئے لوگوں اور خضر علیہ السلام سے ملاقات وغیرہ ہے۔ بلکہ لوح محفوظ میں دیکھنا اور جنوں سے جنہیں یہ لوگ روحانی کہتے ہیں کچھ حاصل کرنا بھی اس فہرست میں شامل ہے۔

اسی طرح اہل اسلام کے نزدیک شرعی احکام کا ماخذ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس ہے، لیکن صوفیوں کی شریعت خوابوں، خضر اور جنوں اور مردوں اور پیروں وغیرہ پر قائم ہے۔ یہ سارے ہی لوگ شارع ہیں۔ اسی لیے تصوف کے طریقے اور شریعتیں مختلف اور متعدد ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی سانس کی تعداد کے مطابق راستے ہیں اور سب کے سب اللہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس لیے ہر شیخ کا اپنا ایک طریقہ اور تربیت کا اپنا ایک اصول ہے۔ اس کا اپنا مخصوص ذکر و اذکار ہے، مخصوص شعائر ہیں اور مخصوص عبادتیں ہیں۔ اسی لئے تصوف کے ہزاروں بلکہ لاکھوں، بلکہ بے شمار دین اور عقیدے اور شریعتیں ہیں۔ اور سب کو تصوف کا نام شامل ہے۔

یہ ہے اسلام اور تصوف کا بنیادی فرق۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے عقائد متعین ہیں۔ عبادات متعین ہیں۔ اور احکام متعین ہیں۔ اس کے برخلاف تصوف ایک ایسا دین ہے جس میں نہ عقائد کی تعیین ہے نہ شرائع اور احکام کی۔ یہ اسلام اور تصوف کے درمیان عظیم ترین فرق ہے۔

دوم: صوفی عقیدے کے تفصیلی خطوط

۱۔ اللہ کے بارے میں

اللہ کے بارے میں اہل تصوف کے مختلف عقیدے ہیں۔ ایک عقیدہ حلول کا ہے۔ یعنی اللہ اپنی کسی مخلوق میں اتر آتا ہے۔ یہ حلاج کا عقیدہ تھا۔ ایک عقیدہ وحدۃ الوجود کا ہے۔ یعنی خالق مخلوق سے جدا نہیں۔ یہ عقیدہ تیسری صدی سے لے کر موجودہ زمانہ تک رائج رہا ہے۔ اور اخیر میں اسی پر تمام اہل تصوف کا اتفاق وہ گیا ہے۔ اس عقیدے کے چوٹی کے حضرات میں ابن عربی، ابن سبعین، تلمسانی، عبدالکریم جیلی، عبدالغنی نابلسی ہیں۔ اور جدید پد طرق تصوف کے عام افراد بھی اسی پر کار بند ہیں۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی صوفیوں کے مختلف عقیدے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکے تھے۔ اور آپ اہل تصوف کے علوم سے ناواقف تھے۔ جیسا کہ بسطامی نے کہا ہے کہ: ”خضنا بحر اوقف الانبیاء بساحلہ“ (ہم ایک ایسے سمندر کی تہ میں پہنچ گئے جس کے ساحل پر انبیاء کھڑے ہیں۔) اس کے برخلاف بعض دوسرے صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ محمد ﷺ اس کائنات کا قبہ ہیں، اور آپ ہی وہ اللہ ہیں جو عرش پر مستوی ہے۔ اور آسمان وزمین اور عرش و کرسی اور ساری کائنات آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہے۔ آپ پہلا موجود ہیں۔ اور آپ ہی اللہ کے عرش پر مستوی ہیں۔ یہ ابن عربی اور اس کے بعد آنے والے صوفیوں کا عقیدہ ہے۔

۳۔ اولیاء کے بارے میں

اولیاء کے بارے میں بھی صوفیوں کے مختلف عقیدے ہیں۔ بعض صوفیاء دلی کو

ہی سے افضل کہتے ہیں۔ اور عام صوفیاء ولی کو تمام صفات میں اللہ کے برابر مانتے ہیں۔ چنانچہ ان کے خیال میں ولی ہی پیدا کرتا ہے، روزی دیتا ہے، زندہ کرتا، اور مارتا ہے۔ اور کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ولایت کے بنوارے بھی ہیں چنانچہ ایک غوث ہوتا ہے جو کائنات کی ہر چیز پر حکم چلاتا ہے۔ چار قطب ہوتے ہیں جو غوث کے حکم کے مطابق کائنات کا چاروں کونا تھامے ہوئے ہیں۔ سات ابدال ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک غوث کے حسب الحکم سات براعظموں میں سے کسی ایک براعظم پر حکومت کرتا ہے۔ کچھ نجباء ہوتے ہیں جو صرف شہر پر حکومت کرتے ہیں۔ ہر نجیب ایک شہر کا حاکم ہوتا ہے۔ اس طرح اولیاء کا یہ بین الاقوامی نظام مخلوق پر حکومت کرتا ہے۔ پھر ان کا ایک ایوان ہے جس میں وہ ہر رات غار حراء کے اندر جمع ہوتے ہیں۔ اور تقدیر پر نظر ڈالتے ہیں..... مختصر یہ کہ اولیاء کی دنیا مکمل خرافات کی دنیا ہے۔

اور یہ طبعی طور پر اسلامی ولایت کے خلاف ہے جس کی بنیاد دنیاداری، تقویٰ، عمل صالح، اللہ کی پوری پوری بندگی اور اسی کا فقیر و محتاج بننے پر ہے۔ یہاں دلی خود اپنے کسی معاملے کا مالک نہیں ہوتا، چہ جائیکہ وہ دوسروں کے معاملات کا مالک ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے فرماتا ہے: ”قل لانی لا املککم ضرا ولا رشدا“ (تم کہہ دو کہ میں نہ تمہارے کسی نقصان کا مالک ہوں، نہ ہدایت کا)

۴۔ جنت اور جہنم کے بارے میں

جہاں تک جنت کا تعلق ہے تو تمام صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ جنت کو طلب کرنا بہت بڑا نقص اور عیب ہے۔ ولی کے لیے جائز نہیں کہ وہ جنت کے لیے کوشاں ہو، اور اسے طلب کرے۔ جو جنت کو طلب کرتا ہے وہ ناقص ہے۔ ان کے یہاں طلب اور رغبت صرف اس کی ہے کہ وہ اللہ میں فنا ہو جائیں، غیب سے واقف ہو جائیں اور کائنات میں تصرف

کریں۔۔ یہی صوفیوں کی خیالی جنت ہے۔

اور جہاں تک جہنم کا تعلق ہے تو صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ اس سے بھاگنا صوفی کامل کے شایان شان نہیں۔ کیوں کہ اس سے ڈرنا آزادوں کی نہیں غلاموں کی طبیعت ہے۔ اور بعض صوفیوں نے تو فخر و غرور میں آ کر یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر وہ جہنم پر تھوک دے تو جہنم بجھ جائے گی۔ جیسا کہ ابو یزید بسطامی نے کہا ہے۔ پھر جو صوفیاء وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ جو لوگ جہنم میں داخل ہوں گے ان کے لیے جہنم ایسی شیریں اور ایسی نعمت بھری ہوگی کہ جنت کی نعمت سے کسی طرح کم نہ ہوگی، بلکہ کچھ زیادہ ہی ہوگی۔۔ یہی ابن عربی کا مذہب اور عقیدہ ہے۔

۵۔ ابلیس اور فرعون

جہاں تک ابلیس کا معاملہ ہے تو عام صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ کامل ترین بندہ تھا۔ اور توحید میں ساری مخلوق سے افضل تھا۔ کیوں کہ اس نے۔ ان کے بقول۔ اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کیا۔ اس لیے اللہ نے اس کے سارے گناہ بخش دیئے۔ اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔ اسی طرح فرعون بھی ان کے نزدیک افضل ترین موجد تھا۔ کیوں کہ: ”اَنَا رَکَمُ الْاَعْلٰی“ (میں تمہارا سب سے اعلیٰ پروردگار ہوں۔) اس نے حقیقت پہچان لی تھی۔ کیوں کہ جو کچھ موجود ہے وہ اللہ ہی ہے پھر وہ ان کے خیال میں ایمان لے آیا۔ اور جنت میں داخل ہوا۔

صوفی شریعت

۶۔ عبادات

صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ سب عوام کی عبادتیں ہیں۔ صوفی حضرات اپنے آپ کو خواص یا خاص الخاص کہتے ہیں۔ اسی لیے ان کی عبادتیں بھی خاص قسم کی ہیں۔

پھر ان کے ہر گروہ نے اپنی ایک مخصوص شریعت بنائی ہے۔ مثلاً مخصوص بیت کے ساتھ مخصوص ذکر، خلوت، مخصوص کھانے اور مخصوص لباس اور محفلیں۔

پھر اسلامی عبادات کا مقصد نفس کا تزکیہ اور معاشرے کی پاکیزگی ہے۔ مگر تصوف میں عبادات کا مقصد یہ ہے کہ دل کو اللہ کے ساتھ باندھ دیا جائے تاکہ اللہ سے براہ راست فیض حاصل ہو۔ اور اس میں فنا ہو جائیں۔ اور رسول سے غیب کے راستے مدد حاصل ہو۔ اور اللہ کے اخلاق کے ساتھ متصف ہو جائیں۔ یہاں تک کہ صوفی کسی چیز کو کہے گن (ہو جا) تو وہ ہو جائے۔ نیز وہ مخلوق کے اسرار پر مطلع ہو۔ اور سارے ملکوت کو دیکھے۔

اور تصوف میں اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ صوفیوں کی شریعت، محمدی اور اسلامی شریعت کے کھلم کھلا خلاف ہو۔ چنانچہ حشیش یعنی گانجا اور شراب پینا اور عرسوں اور ذکر کے حلقوں میں مردوں عورتوں کا خلط ملط ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ کیوں کہ ہر ولی کی اپنی شریعت ہے جسے وہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ اس لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے موافق ہے یا نہیں۔ کیوں کہ ہر ایک کی اپنی شریعت ہے۔ اور محمد ﷺ کی شریعت عوام کے لیے ہے۔ اور پیر اور صوفی کی شریعت خواص کے لیے ہے۔

۷۔ حلال و حرام

یہی حال حلال و حرام کا بھی ہے۔ چنانچہ صوفیوں میں جو لوگ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں ان کے نزدیک کوئی چیز حرام نہیں، کیوں کہ ہر موجود ایک ہی ہے۔ اسی لئے ان کے اندر ایسے ایسے ہوئے جو زندگی یا لوطی تھے یا گدھیوں کے ساتھ کھلم کھلا دن دھاڑے بد فعلی کرتے تھے۔ پھر ان ہی میں وہ بھی تھے جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ نے اس سے سارے احکام ساقط کر دیئے ہیں۔ اور اس کے لیے وہ چیز حلال کر دی ہے جو دوسروں پر حرام تھی۔

۸۔ حکومت و سلطنت اور سیاست

جہاں تک حکومت و سلطنت اور سیاست کا تعلق ہے تو صوفیوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ برائی کا مقابلہ کرنا اور بادشاہوں کو مغلوب کرنے کی کوشش کرنا جائز نہیں۔ کیوں کہ ان کے خیال میں اللہ نے جس حال کو چاہا ہے بندوں کو اسی حال میں قائم کیا ہے۔

۹۔ تربیت

غائباً صوفی شریعت میں جو چیز سب سے خطرناک ہے وہ ہے ان کا طریقہ تربیت۔ کیوں کہ وہ لوگوں کی عقل پر پوری طرح مسلط ہو جاتے ہیں اور اسے بیکار بنا ڈالتے ہیں۔ اور اس کے لیے وہ قدم بہ قدم کام کرنے کا طریقہ اپناتے ہیں۔ چنانچہ پہلے وہ آدمی کو مانوس کرتے ہیں۔ پھر اس کے دل و دماغ پر تصوف اور صوفیوں کی عظمت، اور ہولناکی کا سکھ جماتے ہیں۔ اس کے بعد آدمی کو تلخیں اور فریب میں ڈالتے ہیں۔ پھر اس پر علوم تصوف میں سے تھوڑا تھوڑا چھڑکتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اسے صوفی طریق کے ساتھ باندھ دیتے ہیں۔ اور نکلنے کے سارے راستے بند کر دیتے ہیں۔

سوم: صوفی سے بحث کا نقطہ آغاز

بہت سے غیرت مند مسلمان بھائی جنہیں دین سے محبت ہے اور تصوف اور اس کی لغویات سے نفرت ہے وہ صوفیوں سے غلط طور پر بحث شروع کر دیتے ہیں کیونکہ وہ فروغی اور ادھر ادھر کی باتوں پر بحث کرنے لگتے ہیں۔ جیسے ذکر و اذکار میں ان کی بدعتیں، صوفی نام رکھنا، عرس منانا، محفل میلاد قائم کرنا، تسبیحیں لٹکانا، گدڑی پہننا، یا اسی طرح کے دوسرے الگ تھلگ مظاہر اور روپ جن میں وہ ظاہر ہوتے ہیں۔

لیکن واضح رہے کہ ان باتوں سے بحث کا آغاز کرنا پورے طور پر غلط ہے۔ اور اور باوجودیکہ یہ ساری باتیں بدعت اور خلاف شریعت ہیں، اور انہیں دین میں گھڑ کر داخل کیا گیا ہے، لیکن تصوف کی جو باتیں پس پردہ ہیں وہ ان سے کہیں زیادہ کڑوی اور خطرناک ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ باتیں فروغ کی حیثیت رکھتی ہیں، لہذا اصول کو چھوڑ کر ان باتوں سے بحث کا آغاز کرنا درست نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ یہ بھی جرائم ہیں اور خلاف شریعت ہیں، لیکن تصوف کے اندر جو ہولناک باتیں، جو گھڑنت، جو بدترین کفریات اور جو گندے مقاصد پائے جاتے ہیں ان کے مقابل میں مذکورہ بالا باتیں بہت معمولی اور پیچ ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ جو شخص صوفی سے بحث کرے وہ فروغی اور شکی باتوں کے بجائے اصولی اور بنیادی باتوں سے ابتداء کرے۔

اور غالباً اسلام اور تصوف کا اصل جوہری اختلاف پڑھ لینے کے بعد تمہیں سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ بحث کی ابتداء کہاں سے کرنی چاہیے۔ یعنی سب سے پہلا سوال ماخذ دین کے متعلق ہونا چاہیے کہ دین کہاں سے لیا جائے اور عقیدہ و عبادت کس چیز سے

ثابت کی جائے۔ یعنی دین اور عقیدہ و عبادت کے حاصل کرنے کا ماخذ کیا ہو؟ اسلام اس ماخذ کو صرف کتاب و سنت میں محصور کرتا ہے کسی بھی عقیدے کا اثبات قرآن کی نص یا رسول کے ارشاد کے بغیر جائز نہیں اور کسی بھی شریعت کا اثبات کتاب و سنت یا اس کے موافق اجتہاد کے بغیر جائز نہیں اور اجتہاد صحیح بھی ہوتا ہے اور غلط بھی اور کتاب اللہ اور سنت رسول کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔

مگر مشائخ تصوف کا خیال ہے کہ وہ دین کو بغیر کسی واسطہ کے براہ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں اور براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کرتے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ ان کی مجلسوں اور ان کے ذکر کے مقامات میں تشریف لاتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنا دین فرشتوں سے حاصل کرتے ہیں۔ اور جنوں سے حاصل کرتے ہیں جنہیں روحانی کہتے ہیں اور کشف سے حاصل کرتے ہیں جس کے متعلق ان کا خیال ہے کہ ولی کے دل پر غیب کی باتیں کھل جاتی ہیں اور وہ زمین و آسمان کی ساری چیزوں کو اور گزشتہ اور آئندہ کے سارے واقعات کو دیکھتا ہے۔ پس ولی کے علم سے..... ان کے بقول..... آسمانوں اور زمین کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں۔

اس لیے صوفی سے پہلا سوال یہ کرنا چاہیے کہ آپ لوگ دین کا ثبوت کہاں سے لاتے ہیں؟ یعنی اپنا عقیدہ کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟ اگر وہ کہے کہ کتاب و سنت سے حاصل کرتے ہیں تو اس سے کہو کہ کتاب و سنت کی گواہی تو یہ ہے کہ ابلیس کافر ہے اور وہ اور اس کے پیروکار جہنمی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَسَجَدْتُمْ لِي فَلَا تَلُمُونِي وَلَوْلَا أَنْفُسُكُمْ مَا آتَاكُمْ بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِي إِنْ كَفَرْتُمْ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

اور جب معاملات کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے برحق وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو وعدہ خلافی کی اور مجھے تم پر کوئی اختیار تو تھا نہیں البتہ میں نے تم کو بلایا اور تم نے میری بات مان لی لہذا مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریاد کر سکتا ہوں۔ اور نہ تم میری فریاد کر سکتے ہو۔ تم نے پہلے مجھے جو شریک ٹھہرایا میں اس کے ساتھ کفر کرتا ہوں۔ یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تمام مفسرین سلف کا اجماع ہے کہ یہاں شیطان سے مراد ابلیس ہے۔ اور ”تم میری فریاد نہیں کر سکتے“ کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے چھڑاؤ اور بچا نہیں سکتے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہے۔

تو اب اے صوفیو! سوال یہ ہے کہ کیا ابلیس کے بارے میں آپ لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے؟

اگر اس کے جواب میں صوفی یہ کہے کہ ہاں! ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ابلیس اور اس کے ماننے والے جہنمی ہیں تو یاد رکھو کہ وہ تم سے جھوٹ بول رہا ہے اور اگر وہ یہ جواب دے کر ہم ابلیس کو جہنمی نہیں مانتے بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اس نے جو کچھ کیا تھا اس سے توبہ کر لیا اور مومن و موحد ہو گیا..... جیسا کہ ان کے استاد حلاج کا کہنا ہے.....

تو اس سے کہو کہ اب تم کافر ہو گئے۔ کیونکہ تم نے کتاب اللہ احادیث رسول اور اجماع امت کی مخالفت کی۔ اس لیے کہ ان سب ذریعوں سے ثابت ہے کہ ابلیس کافر اور جہنمی ہے۔

صوفی سے یہ بھی کہو کہ تمہارے شیخ اکبر ابن عربی کا فیصلہ ہے کہ ابلیس جنتی ہے اور فرعون جنتی ہے۔ (جیسا کہ ”فصوص الحکم“ میں لکھا ہے) اور تمہارے استاد اعظم حلاج کا کہنا ہے کہ ابلیس اس کا پیشوا اور فرعون اس کا پیر ہے (جیسا کہ ”طواسین“ ص ۵۲ میں لکھا ہے)۔ اب بتاؤ کہ اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ جواب میں اگر وہ ان باتوں کو ماننے سے انکار کر دے تو سمجھ لو کہ وہ کھجرت اور حقیقت کا منکر ہے۔ یا جاہل اور ناواقف ہے اور اگر وہ ان باتوں کا اقرار کرے اور حلاج اور ابن عربی کی پیروی کرے تو پھر جس طرح یہ سب کافر ہیں اس طرح وہ بھی کافر ہوا۔ اور ابلیس اور فرعون کا بھائی ٹھہرا۔ لہذا جہنم میں ان سبھوں کا ساتھ اس کے لیے کافی ہے۔

اور اگر وہ تلبیس سے کام لے اور کہے کہ ان کی بات شطیحات میں سے ہے۔ انہوں نے اسے حال اور سر کے غلبے کے وقت کہا تھا تو اس سے کہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ بات تو لکھی ہوئی کتابوں میں موجود ہے اور ابن عربی نے اپنی کتاب ”فصوص“ کو یوں شروع کیا ہے:

انسی رأیت رسول اللہ فی مبشرة میں نے محروسہ دمشق کے اندر رسول
فی محروسہ دمشق و اعطانی اللہ ﷺ کو ایک خواب میں دیکھا اور
هذا الكتاب وقال لی اخرج به آپ نے مجھے یہ کتاب دی۔ اور فرمایا
علی الناس اسے لوگوں کے سامنے برپا کرو۔

اور اسی کتاب میں ابن عربی نے بیان کیا ہے کہ ابلیس اور فرعون اللہ کے معرفت رکھتے تھے۔ اور نجات پائیں گے۔ اور فرعون کو موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ اللہ کا علم حاصل تھا۔ اور جس نے کسی بھی چیز کی پوجا کی اس نے اللہ ہی کی پوجا کی۔ اسی طرح حلاج نے بھی اپنی ساری کفریات کو کتاب کے اندر لکھ رکھا ہے۔ یہ شطح یا حال کا غلبہ نہیں تھا جیسا کہ لوگ کہا کرتے ہیں۔

اس کے جواب میں اگر صوفی یہ کہے کہ ان لوگوں نے ایک ایسی زبان میں بات کی ہے جسے ہم نہیں جانتے تو اس سے کہو کہ ان لوگوں نے اپنی بات عربی زبان میں لکھی ہے اور ان کے شاگردوں نے اس کی شرح کی ہے اور مذکورہ باتوں کو دو ٹوک لفظوں میں بیان کیا ہے۔

اگر اس کے جواب میں صوفی یہ کہے کہ ایسی زبان ہے جو اہل تصوف کے ساتھ خاص ہے اور اسے دوسرے لوگ نہیں جانتے۔ تو اس سے یہ کہو کہ ان کی یہ زبان عربی ہی زبان تو ہے جس کو انہوں نے لوگوں کے درمیان عام کیا ہے اور اپنے ساتھ خاص نہیں کیا ہے اور اسی بنیاد پر علماء اسلام نے حلاج کو اس کی باتوں کے سبب کافر قرار دیا اور اسے ۳۰۹ھ میں بغداد کے پل پر پھانسی دی گئی۔ اسی طرح علماء اسلام نے ابن عربی کے بھی کافر اور زندیق ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

اگر صوفی کہے کہ میں علماء شریعت کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ وہ علماء ظاہر ہیں حقیقت نہیں جانتے۔ تو اس سے کہو کہ یہ ”ظاہر“ تو کتاب و سنت ہے۔ اور جو ”حقیقت“ اس ”ظاہر“ کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ پھر اس سے یہ بھی پوچھو کہ وہ

صوفیانہ حقیقت کیا ہے جس کا دعویٰ تم لوگ کرتے ہو؟ اگر وہ کہے کہ یہ ایک راز ہے جس کو ہم نہیں بتلاتے تو اس سے کہو کہ جی نہیں تم لوگوں نے اس راز کو آشکارا کر دیا اور پھیلا دیا ہے۔ اور وہ راز یہ ہے کہ تمہارے خیال میں ہر موجود اللہ ہے۔ جنت و جہنم ایک ہی چیز ہے۔ ابلیس اور محمد ایک ہی ہیں۔ اللہ ہی مخلوق ہے اور مخلوق ہی اللہ ہے۔ جیسا کہ تمہارے امام شیخ اکبر نے کہا ہے؟

العبد رب و الرب عبد یا لیت شعری من المكلف

إن قلت عبد فذاک رب و إن قلت رب، أنى یکلف

بندہ رب ہے اور رب بندہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر مکلف کون ہے؟ اگر کہا جائے کہ بندہ..... تو وہی تو رب ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ رب۔ تو پھر وہ مکلف کیسے ہو سکتا ہے۔

اب اگر صوفی اس کا اقرار کر لے اس کے باوجود ان زندیقیوں کی پیروی کرے تو پھر انہیں جیسا کافروہ بھی ہوا۔ اور اگر کہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کیا بات ہے۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ البتہ میں اس کے کہنے والوں کے ایمان اور پاکی اور ولایت کا یقین رکھتا ہوں تو اس سے کہو کہ یہ واضح عربی کلام ہے۔ اس میں کوئی خفاء نہیں اور یہ ایک معروف عقیدے یعنی وحدۃ الوجود کا پتہ دیتا ہے۔ اور یہ ہندوؤں اور زندیقیوں کا عقیدہ ہے جسے تم لوگوں نے اسلام کی طرف منتقل کر لیا ہے۔ اور اسے قرآنی آیات اور نبوی احادیث کا جامہ پہنا دیا ہے۔

اس کے بعد اگر صوفی یہ کہے کہ اولیاء کی شان میں گستاخی نہ کرو ورنہ وہ تم کو برباد

کر دیں گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی میرے ولی سے دشمنی کرے میں اس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ تو اس کے جواب میں تم کہو کہ یہ لوگ اولیاء نہیں ہیں بلکہ زندیق و بددین ہیں جنہوں نے اوپر سے اسلام کا پردہ ڈال رکھا ہے اور میں تمہارے ساتھ اور تمہارے خداؤں کے ساتھ کفر کر رہا ہوں۔

فَكَيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظَرُوْنَ لِهَذَا تَمْسَبُلُ كَرَمِيْرٍ خِلَافِ دَاوُوْنَ
 اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ چلاؤ پھر مجھے مہلت نہ دو۔ میں نے اللہ
 وَرَبِّكُمْ. مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ پر بھروسہ کر رکھا ہے جو میرا اور تمہارا
 بِنَاصِيَّتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلَى صِرَاطٍ پروردگار ہے۔ روئے زمین پر جو بھی
 مُسْتَقِيْمٍ. چلنے والا ہے اللہ نے اس کی چوٹی پکڑ
 رکھی ہے۔ بیشک میرا پروردگار صراط
 مستقیم پر ہے۔

پھر اگر صوفی یہ کہے کہ ضروری ہے کہ ہم صوفیوں کے حق میں ان کے حالات کو تسلیم کریں کیونکہ انہوں نے حقائق کو دیکھا ہے اور دین کے باطن کو پہنچانا ہے۔ تو اس سے کہو کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر کوئی شخص اپنی بات کے ذریعہ کتاب و سنت کی مخالفت کرے۔ اور مسلمانوں کے درمیان کفر و زندقہ پھیلانے تو اس پر چپ رہنا جائز نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ
الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ
لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ
يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ إِلَّا
الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا
فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ
وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

یقیناً جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی
دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس
کے بعد کہ ہم اسے لوگوں کے لیے
کتاب میں بیان کر چکے ہیں تم ایسے
لوگوں کو اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت
کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔
سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور
اصلاح کریں اور بیان کریں تو میں
ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور
میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔

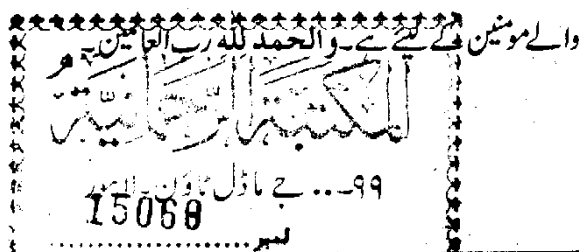
اس لیے تمہارے باطل اور لغویات اور زندقہ پر چپ رہنا جائز نہیں۔ کیونکہ تم
لوگوں نے عالم اسلام کو پچھلے دور میں بھی اور موجودہ زمانے میں بھی خراب کر رکھا
ہے۔ آج تک تم لوگوں کا یہی وطیرہ چلا آ رہا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی عبادت سے نکال کر
مشائخ کی عبادت کی طرف لے جاتے ہو۔ توحید سے نکال کر شرک اور قبر پرستی کی
طرف لے جاتے ہو۔ سنت سے نکال کر بدعت کی طرف لے جاتے ہو۔ اور کتاب و
سنت کے علم سے نکال کر اللہ فرشتے، رسول اور جنوں کو دیکھنے کا دعویٰ کرنے والوں
سے بدعات و خرافات اور جھوٹ فریب حاصل کرنے کی طرف لے جاتے ہو۔ تم

زندگی بھر باطنی فرقوں کے مددگار اور سامراج کے خادم رہے۔ اس لیے قطعاً جائز نہیں کہ تم لوگوں نے جو گمراہی اور شرک پھیلا رکھا ہے، اور لوگوں کو قرآن کریم اور حدیث سے بہکا کر اپنے بدعتیانہ اذکار اور مشرکوں جیسی سیٹی اور تالی والی عبادت کی طرف لے جاتے ہو اس پر خاموشی اختیار کی جائے۔

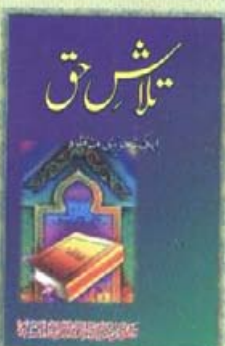
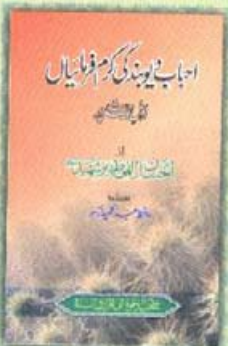
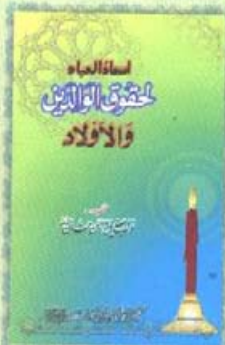
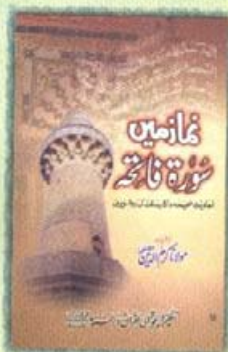
اس مرحلہ پر پہنچ کر صوفی لازماً خاموش ہو جائے گا۔ وہ سمجھ جائے گا کہ اس کا پالا ایک ایسے شخص سے پڑا ہے جس کو اس کے باطل کا پورا پورا علم ہے اس کے بعد یا تو اللہ تعالیٰ اس کو صحیح اسلام کی ہدایت دے دے گا یا وہ اپنے عقیدے اور معاملہ کو چھپائے رکھے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے کسی دن رسوا کر دے یا کفر و زندقے اور بدعت و مخالفت حق پر اس کی موت آ جائے۔

ہم نے یہ ساری باتیں ان کی کتابوں اور اقوال سے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہیں آپ ہماری کتاب ”الفکر الصوفی فی ضوء الکتاب والنہ“ کا مطالعہ کر دے تو اللہ کی حمد و توفیق سے آپ کو یہ سب تفصیل کے ساتھ مل جائے گا۔

اور اول و آخر میں ساری حمد اللہ کے لیے ہے۔ اور ساری عزت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے لیے ہے، اور ان کی پیروی کرنے والے اور صراط مستقیم پر چلنے



ہماری دیگر کتابیں



تنظیم القرآن والی اہل سنت

1/ ۴۱۳۹ محمد لاہور نواز المذہبی راولپنڈی